بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دلِ برباد

(شعری مجموعہ)

انور زیبؔ انور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: دلِ برباد

شاعر: انور زیبؔ انور

کمپوزنگ: شارق عزیزؔ میاں اعوان

نظرِ ثانی: خلیل مہر رازی

تعداد: 500

اشاعت: نومبر 2023ء

ناشر: حیدری پبلشرز

قیمت: 700/-

انتساب

حاجی جاوید اقبال مرحوم

کے نام!

مرحوم اور مرحوم کی فیملی میری زندگی میں بہت اہم مقام رکھتی ہے۔
مولا اس پوری فیملی کو ہمیشہ خوش باش شاد و آباد گل و گلزار اور اپنی
حفظ و امان میں رکھے۔ (آمین ثم آمین)

فہرست

01- ہم گنہ گار ہیں سارے مولا
02- جب کبھی میں نے پکارا، اے مرے اللہ
03- روز ہو دیدِ خدا! جنت میں
04- بتایا جا چکا جو بھی، وہاں وہی ہوگا
05- توبہ ہے میری اے خدا اِک بار بخش دے
06- ہر دم بھلا ہی کیجئے فرمان یہی ہے
07- کتنے خوش باش ہم تھے بچپن میں
08- خود کو ایسے تنگ کرے ہے
09- اس نے میرا خیال رکھا ہے
10- یہاں تو وفا کا صلہ ہی نہیں ہے
11- جانا نہ اِس طرح سے مجھے تنہا چھوڑ کر
12- نہیں ہے عشق سے انکار، مار ڈالو مجھے
13- بس یہی چیز تو محبت ہے
14- اے چارہ گر، اے میرے نگہبان، الوداع
15- جان جب جانی ہے تو پچھتائے کیوں؟
16- ارے کیسے تو کرتا بے جھجک ہے یہ گنہ بندے؟
17- مجھے دیکھا تو وہ کہنے لگی پاگل آیا
18- تین اشعار/دو اشعار
19- چین ہوتا، سرور ہوتا ہے
20- رب نے تجھ کو ایسے سنوارا، سارے کا سارا

21- غیر کا ہے تُو، میرا یار نہیں
22- یہ کیسے روگ دل میں پل رہے ہیں
23- نظم: شانِ حضرت فاروق ؓ
24- سب نکل ہی پڑے مکانوں سے
25- جنازے پر نہ آئے یار تو افسوس ہوتا ہے
26- میں جانتا ہوں نہیں ہے آنا، اے میری جاناں
27- ختم اب عشق کی ہی کہانی کریں
28- دردِ دل جب شدید ہو جائے
29- کرنی ہے کوئی بات، ذرا میرے قریب آ
30- خوف آتا ہے ہمیں انسان سے
31- وہ میری دسترس میں بھی نہیں ہے
32- تجھ کو اپنا شمار کرنا ہے
33- سچ کو کبھی بھی مات نہیں ہے
34- سمجھیں نہ تری بات کہ بچے نہیں ہیں ہم
35- تو بھی رکھ پایا ایک راز نہیں
36- دل کو جلائے سگریٹ
37- وہ سانپ نکلا ہے آستیں کا
38- لوگ سبھی کیوں جلنے لگے ہیں
39- وہ کہتے ہیں کہ سچائی بری ہے
40- محبت کسی دِل سے تُو کر کے دیکھ
41- مجھ کو ناگن کی طرح ڈستی ہے
42- چھری یادوں کی ہے دِل میں اتاری
43- بڑی ہی یہاں پر خرابی ہے مرشد
44- اپنی خوشی ہم ویرانوں میں رہتے ہیں
45- عمر بھر اُس کا انتظار کیا

46۔ لینے لگے ہیں سب ہی اب امتحاں میرا

47۔ چھوڑا تھا جہاں مجھ کو وہیں پر کھڑا ہوں میں

48۔ ہاتھ میں ہو جو تیرا ہاتھ

49۔ دو گھڑی ہم ذرا جو سوتے ہیں

50۔ تجھے شعر کہنے کی عادت نہیں ہے

51۔ کیے جا رہے ہو ستم پہ ستم تم

52۔ بن تیرے بیکار ہے عید

53۔ وفا کیا اور دغا کیا، یار تم جاؤ

54۔ کام ہے یہ بے کار، مصیبت

55۔ ترے ہجر میں مرنے والے نہیں ہم

56۔ کچھ تو اے میرے پیار کا تو بھی خیال کر

57۔ تیرے غم سے نکلنا چاہیے تھا

58۔ جو پھول ہے وہ اب پھول نہیں۔۔۔

59۔ مشکل سے بھلایا جسے، پھر یاد کرے ہے

60۔ سج دھج کے دار پر وہ بڑی شان سے گیا

61۔ عشق میں کیا تمہارا حال ہوا

62۔ عشق نے کر دیا اپنا کام

63۔ کتنے برسوں سے ملاقات نہیں

64۔ سبھی کمروں میں بھی تالے پڑے ہیں

65۔ سب کچھ اپنا کھو چکا ہوں

66۔ آج پھر ایک مسئلہ ہوا ہے

67۔ گر جناب آنے کا وعدہ کریں غم خواری کو

68۔ نیند آتی ہے پر نہیں آتی

69۔ سدا رہے گا نہ چہرے کا نور شہزادی

70۔ رد نہیں کر سکتا اپنی شان کو

71۔ مری زندگی تو تبہ ہو گئی ہے

72۔ جو ہوتی آپ کی اس دل کو آج دید نہیں

73۔ ''تم سے مرا سوال ہے، تم کیوں چلے گئے''

74۔ بات یہ اصل ہے حقیقت ہے

75۔ آپ کے ہجر نے وہ کام کیا

76۔ اُس کو آج دُعا دی میں نے

77۔ راہوں ہی میں مر جاتا ہے

78۔ پوچھتا کیا مزاج جانے دے

79۔ تھوڑا سا چین مجھ کو بھی حاصل نہیں ہوا

80۔ اب نہیں ہے یہ اپنا گھر بابا

81۔ آپ آئے ہیں مہربانی ہے

82۔ جن راستوں کا تو نے ہے انتخاب کرنا

83۔ نہیں ہے مے میں سرور ساقی

84۔ غم نہیں کچھ بھی جگ ہنسائی کا

85۔ درد اور غم جو تو نے جھیلا ہے

86۔ وہ جو دلدار تھا، سو وہ نہ رہا

87۔ لے کے جاتے ہو کیوں طبیب کے پاس

88۔ محبت میں کہیں مروایا بھی ہے

89۔ کوئی حبیب ہے اپنا، نہ غم گسار کوئی

90۔ جلاتی ہیں دِل کو رقیبوں کی باتیں
91۔ خوشیوں کا چمن اور گلستان مبارک
92۔ ہم تم اور ہمارے دکھ
93۔ درد دل میں مرے اتار گیا
94۔ ہم پہ بھی یار اک نظر کیجیے
95۔ کیا وفا اور کیا دغا، اے یار چلتے ہی بنو
96۔ لوگ آکے دے جاتے پھول ہمیں
97۔ کیسا حسن کا پیکر تو
98۔ تری آس پہ بیٹھ جائیں یہیں ہم
99۔ یہ لگتی زہر ہے اب زندگی بھی
100۔ عاشقی ایسے پنپ سکتی ہے اظہار کے ساتھ
101۔ ہمیں ہے محبت، تمہیں اس سے کیا
102۔ ڈرا تارہ گیا ہے، ڈر ہمارا
103۔ پوچھتے ہو کس حال میں ہے
104۔ جو کیا بے حد تم سے پیار ہے، معافی دے دینا
105۔ جی نہیں میرے یار اب نہ ہوگا
106۔ چھوڑ کر تجھ کو کدھر جاؤں گا میں
107۔ اتنی تھی اوقات ہماری
108۔ ختم جگ سے سبھی افتاد کرنا ہے
109۔ وہ ہے جان سے پیارا زیبؔ
110۔ کیا سمجھا تا ہم کو ناصح
111۔ آپ کے نام پہ ننگ کرے ہے

112۔ آپ جب سے ہمارے گھر آئے
113۔ کرتے رہے ہو جو میرے یار، شکریہ
114۔ یا تو اِس دل کو بہت سخت بنایا ہوتا
115۔ ڈھونگ ہے، ایک مسخرا ہے عشق
116۔ اور کوئی زخم کھایا جا سکتا ہے
117۔ کیا گلہ کرنا ہے اب تقدیر سے
118۔ اپنے ملک کا نام ڈبوتے ہیں یہ لوگ
119۔ دوست دشمن جان پائے ٹھیک سے
120۔ اب تو چلے بھی آؤ کہ پھر عید آگئی
121۔ دو اشعار
122۔ نظم: لکھی ہے بات یہ بھی تو قرآں مجید میں
123۔ بنامِ سارہ
124۔ بے وفا لڑکی
125۔ جیل
126۔ محبت
127۔ مرشد
128۔ حُسنِ جاناں
129۔ آخری ملاقات
130۔ بابا
131۔ قطعات
132۔ فردیات

تعارف

اصل نام: انور زیب خان خٹک

والد: جہانزیب خان خٹک

قلمی نام: انور زیب انور

تخلص: زیبؔ

عرف: زیب جی

ولادت: 10 اپریل 1998 بروز جمعہ

مقیم: صوبہ خیبر پختونخواہ، ضلع نوشہرہ، ڈاکخانہ نظام پور، گاؤں آسو خیل، محلّہ نصرت خیل۔

تعلیم: ایم اے اُردو، میٹرک سائنس گورنمنٹ ہائی سکول کاہی، ایف ایس سی فری میڈیکل گورنمنٹ ڈگری کالج خان کوہی، ایم اے اُردو عبدال ولی خان یونیورسٹی مردان۔

تصانیف:

۱۔ دلِ برباد (شعری مجموعہ)

۲۔ ادھورے خواب (افسانے، کالم، کہانیاں)

۳۔ سخن آباد (شعری مجموعہ)

۴۔ تم کیوں چلے گئے (ناول)۔۔۔زیرِ طبع

۵۔ عذابِ عشق (شعری مجموعہ)۔۔۔زیرِ طبع

اس کے علاوہ 13 انتخابی کتابوں میں شمولیت حاصل کی جن میں 11 شعری مجموعے اور 02 افسانوی مجموعے شامل ہے۔

اعزازی ایوارڈ:

پہلا ایوارڈ:	زمرد سلطانہ فاؤنڈیشن
دوسرا ایوارڈ:	جہانِ ادب
تیسرا ایوارڈ:	شعبہ ادبیات پاک و ہند
چوتھا ایوارڈ:	اہلِ غزل
پانچواں ایوارڈ:	ایس ایم پاور

اعزازی اسناد:

فخرِ غزل گوئی، بزمِ غالب انٹرنیشنل، ایس ایس آئی ٹیلنٹ، ایس ایم پاور، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم، سون ویلی لٹریری سوسائٹی، ادبی سفر انٹرنیشنل۔

☆......☆......☆

O

ہم گنہ گار ہیں سارے مولا
ہم کو تیرے ہیں سہارے مولا

تُو نے قرآں میں خبردار کیا
ہم نہ سمجھے وہ اشارے مولا

ہم سے ناراض نہ ہونا یا رب
ہم ہیں دکھ درد کے مارے مولا

آہ ہر روز جہاں میں ہم نے
بڑی غفلت میں گزارے مولا

نہ سُنے تُو اگر اِس کی تو زیبؔ
پھر بھلا کس کو پکارے مولا

O

جب کبھی میں نے پکارا، اے مرے اللہ
مل گیا مجھ کو سہارا، اے مرے اللہ

سارے ہی اغیار اور چار سو دشمن
تو ہے بس اپنا، ہمارا، اے مرے اللہ

کوئی بھی لائق نہیں سہارا جو دے دیں
تیرا ہی ہم کو سہارا، اے مرے اللہ

ورنہ میں کچھ بھی نہیں تھا، تُو نے ہی بخشا
مجھ کو تُو نے ہے سنوارا، اے مرے اللہ

زیبؔ کو اب اور دے دے طاقت و عزت
کتنا ہے مشکل گزارا، اے مرے اللہ

O

روز ہو دیدِ خدا! جنت میں
اِک یہی تو ہے مزہ! جنت میں

شاہ و درویش جہاں ہوں گے وہاں
صف بہ صف ایک جگہ! جنت میں

ذکرِ سرکار کرو اے مرے دل
پائے گا اس کی جزا! جنت میں

ہر طرف شہد کی نہریں ہو گی
نور کی ہوگی فضا! جنت میں

سچ کو سچ میں نے لکھا ہے جو زیبؔ
ایک گھر مجھ کو ملا! جنت میں

O

بتایا جا چکا جو بھی، وہاں وہی ہو گا
وہ بخشا جائے گا سچا جو اُمتی ہو گا

ہمیں اُمید ہے بخشش کی مسلمانوں کی
بروزِ حشر وہاں منتظر نبی ﷺ ہو گا

جو متقی ہیں وہ جنت میں سارے جائیں گے
لعیں خبیث کا ساتھی جہنمی ہو گا

وہاں کوئی کسی کو اپنا ہی نہ سمجھے گا
کوئی بھی جتنا ہو اپنا، وہ اجنبی ہو گا

اگر اے زیبؔ تُو سیدھی رہ پر ہی جائے گا
وہاں جو چاہے گا تیری لیے وہی ہوگا

O

توبہ ہے میری اے خدا اِک بار بخش دے
بندہ ہے جرم دار، سیہ کار، بخش دے

مرنے کے بعد کیا بنے گا، اس جہان میں
جینا ہوا ہے اب مرا دشوار، بخش دے

وہ جیتا مات دے کے مجھے خوش ہوں میں بہت
میں ہار ہی گیا ہوں، مجھے ہار بخش دے

عاصی ہوں، جرم دار ہوں، عاجز ہوں اے خدا
رحمت تری جو مجھ کو ہے درکار، بخش دے

میں حق کے راستے پہ چلوں، منصفی کروں
ایسی تُو مجھ کو اے خدا، دستار بخش دے

خوشیاں ملیں وہی مجھے جو مجھ کو زیبؔ دیں
میرا سکون، مجھ کو مرا پیار، بخش دے

O

ہر دم بھلا ہی کیجئے فرمان یہی ہے
دنیا میں مسلمان کی پہچان یہی ہے

خلقِ خدا کی فکر بھی خوفِ خدا کے ساتھ
پوچھے کوئی تو کہہ دو کہ ایمان یہی ہے

سر پر نہیں ہے سینگ کی کوئی بھی نشانی
جو جھوٹا فریبی ہے تو شیطان یہی ہے

کچھ فرق پڑا اسکی اَنا میں نہ کسی طور
اُٹھنا تھا جو وہ اُٹھ گیا، طوفان یہی ہے

ماں باپ کی خدمت میں خوشی زیبؔ ہے میری
بخشش کا مری حشر میں سامان یہی ہے

O

کتنے خوش باش ہم تھے بچپن میں
آج تو زندگی ہے اُلجھن میں

پہلے جو اِک حیا کا پیکر تھی
شرم اب وہ نہیں ہے دلہن میں

اب تو ہنسنا بھی بھول بیٹھے ہیں
خوب ہنستے تھے ہم بھی بچپن میں

میں تو سونے کا ہار لایا ہوں
وہ تو اَٹکا ہوا ہے کنگن میں

زندگی کا مزہ تبھی تو ہے
کوئی مقصد اگر ہو جیون میں

زیبؔ سُنتے ہیں دور وہ بھی تھا
بھائی رہتے تھے اِک ہی آنگن میں

☆……☆……☆

O

خود کو ایسے ننگ کرے ہے
دشمن ہم سے جنگ کرے ہے

دلبر سامنے میرے آ کر
مجھ کو مست ملنگ کرے ہے

لڑکی دیکھ کے اب وہ شوخا
اونچا اور پتنگ کرے ہے

دے دے کر مس کالیں دن بھر
مجھ کو جانم تنگ کرے ہے

ملنے کی خاطر وہ مجھ سے
روز نیا اِک ڈھنگ کرے ہے

زیبؔ ہے برہم پیار کا موسم
دیکھو کیا یہ رنگ کرے ہے

☆......☆......☆

O

اُس نے میرا خیال رکھا ہے
مجھ کو دل سے نکال رکھا ہے

اُس کے سر پر ہی آج برسے گا
اُس نے پتھر اُچھال رکھا ہے

رب کا احسان ہے کہ جیتا ہوں
سانس اب تک بحال رکھا ہے

کام رب کا جو آج کرنا تھا
ہم نے کل پر وہ ڈال رکھا ہے

اُس نے لکھا تھا ساتھ دینے کا
میں نے خط وہ سنبھال رکھا ہے

چڑیاں صیاد کے ہدف پر ہیں
اُس نے پھیلا کے جال رکھا ہے

زیبؔ ہم نے وفاؤں کی خاطر
جانور ایک پال رکھا ہے

O

یہاں تو وفا کا صلہ ہی نہیں ہے
ہمیں کوئی اپنا ملا ہی نہیں ہے

ہمارے مقدر میں رسوائیاں ہیں
ہمیں تم سے کوئی گلہ ہی نہیں ہے

محبت ہے سوغات جانے کہاں کی
یہاں کوئی بھی سلسلہ ہی نہیں ہے

فقط اللہ ہی ہے عبادت کے لائق
سوا اس کے کوئی اِلا ہی نہیں ہے

ہمیں چھوڑ کر زیبؔ رسوا ہوا ہے
اُسے کوئی ہم سا ملا ہی نہیں ہے

O

جانا نہ اِس طرح سے مجھے تنہا چھوڑ کر
میں دیکھ تیرے آگے کھڑا ہاتھ جوڑ کر

بنتا نہیں ہے ایسے ترا چھوڑنا مجھے
کیوں جا رہا ہے ایسے سجن منہ کو موڑ کر

اے شوخ کج ادا بتا کیوں تو نے یہ کیا
کیا مل گیا تجھے مرے دل کو یوں توڑ کر

ممکن نہیں تُو مجھ کو کبھی دستیاب ہو
بے شک مروں میں پیچھے ترے دوڑ دوڑ کر

چُپ ہو جا زیبؔ اب کوئی مقصد نہیں رہا
بے کار مر رہا ہے تُو سر اپنا پھوڑ کر

O

نہیں ہے عشق سے انکار، مار ڈالو مجھے
چڑھا دو مجھ کو سرِ دار، مار ڈالو مجھے

ہمارے بیچ میں لاتے ہو کیوں رقیبِ سیہ
بھُلا کے دوستی کو یار، مار ڈالو مجھے

نہیں ہے خوف مجھے عشق کے فسانے کا
اُٹھا لو جبر کی تلوار، مار ڈالو مجھے

ابھی ہے کیوں مجھے زندہ رکھا ہوا تم نے
ہوا ہے جینا بھی دشوار، مار ڈالو مجھے

یہ کہتی رہ گئی حوا کی بیٹی، لٹنے پر
کرو نہ یوں مجھے گجدار، مار ڈالو مجھے

نظر کا وار کرو، دل کا لو نشانہ بھی تم
ابھی بھی وقت ہے درکار، مار ڈالو مجھے

تمہاری راہ میں حائل ہے زیبؔ، ایسا کرو
گِرا دو راہ کی دیوار، مار ڈالو مجھے

O

بس یہی چیز تو محبت ہے
تجھ سے مل کر جو پائی راحت ہے

تجھ کو دیکھا تو آئینہ بولا
خوبصورت تمہاری صورت ہے

تیری خاطر دھڑکتا ہے یہ دل
میرے دل پر تری حکومت ہے

میری ماں کی دعائیں ہیں یہ تو
جس قدر آج میری شہرت ہے

زیبؔ نظریں جھکا کے چلنا بھی
مرے پیارے نبی ﷺ کی سنت ہے

O

اے چارہ گر، اے میرے نگہبان، الوداع
جاتا ہے یاں سے تیرا یہ مہمان، الوداع

شاید میں بوجھ بن گیا ہوں تیری ذات پر
جاتا ہوں میں، تو کیوں ہے پریشان، الوداع

خالی ہیں میرے ہاتھ بھی دامن بھی خالی ہے
جانا ہے مجھ کو بے سر و سامان، الوداع

اب آئے ہو میں جا رہا ہوں جب جہان سے
رہنے دو، مجھ پہ مت کرو احسان، الوداع

جب زیبؔ ملنے کا کرے دل تو یہ شرط ہے
گر آسکو تو آنا قبرستان، الوداع

O

جان جب جانی ہے تو پچھتائے کیوں؟
شکوہ ہونٹوں پر کوئی پھر لائے کیوں؟

جب تعلق ہی نہیں تم سے رہا
جانِ جاں پھر تُو مجھے ٹھکرائے کیوں؟

دھوکا دینا جس کی فطرت ہی رہے
ایسے انساں کو کوئی سمجھائے کیوں؟

کیا بتاوں داستاں اُلفت کی میں
زخم دل نے چاہتوں کے کھائے کیوں؟

غیر سے شکوہ تو ممکن ہی نہیں
اپنا ہو تو چھوڑ کر وہ جائے کیوں؟

یہ جنونِ عشق ہے اے زیبؔ جی
آپ پھرتے ہیں مگر گھبرائے کیوں؟

O

اَرے کیسے تُو کرتا بے جھجک ہے یہ گنہ بندے؟
ملائے گا بروزِ حشر کیسے تُو نگہ بندے؟

یہ چاروں سمت پھیلا ہے ابھی کیوں دور وحشت کا
کہ بندوں سے ہی دیکھو مانگتے پھرتے پنہ بندے!

تُو دنیا کے ہی پیچھے بھاگتا رہتا ہے سرگرداں
فقط پیسے کی ہی بس رہ گئی تجھکو ہے چہ بندے؟

نشے میں مست رہتا ہے تُو بدبختا خدا سے ڈر
چُنی کیونکر ہے تُو نے یہ غلط کاموں کی رہ بندے؟

تجھے جو زیبؔ نے روکا، غلط کرنے سے ہے ٹوکا
خُدا کے سامنے محشر کو رہنا تُو گوا بندے

O

مجھے دیکھا تو وہ کہنے لگی پاگل آیا
میں یہ سُنتے ہی تبھی روتے بڑا بیکل آیا

ایک ناصح گیا تھا وحشیوں کو سمجھانے
جیسی اُمید تھی ویسا ہی وہ گھائل آیا

آدمی آدمی کا خون بہاتے تھے جہاں
شہر سے نکلے تو انسان کا جنگل آیا

عشق میں ایسے پھنسے، مرگئے، جاں بر نہ ہوئے
راہ میں حسن کا اِک ایسا بھی دلدل آیا

ہجر دے دے کے مرا چین بھی اس نے چھینا
دل کو پھر یاد مرے شخص وہ پل پل آیا

زیبؔ وہ یاد ہے روتا ہوا چہرہ مجھ کو
آنکھ سے بہتا ہوا ، گال پہ کاجل آیا

تین اشعار

ہے مزاجِ یار بھی وہ گرم یوں
جون کی ہو تیز جیسے دھوپ زیبؔ

عشق نے کیا حال تیرا کر دیا
اب نہ پھر وہ رنگ ہے نہ روپ زیبؔ

تیری خاطر ہو گیا یہ حال پھر
روز ہے بھرتا نیا بہروپ زیبؔ

دو اشعار

تنہائی، غم ہے، اور میں ہوں
محشر سا الم ہے اور میں ہوں
یہ جو جی رہا ہوں گُھٹ گُھٹ کے
جابر کا ستم ہے اور میں ہوں

O

چین ہوتا، سرور ہوتا ہے
عشق میں یہ ضرور ہوتا ہے

گر جو انساں ہو تم تو انساں میں
عقل ہوتی، شعور ہوتا ہے

دل کے اتنا قریب ہوتا ہے
پیار جتنا بھی دور ہوتا ہے

ڈوبتا بھی وہی ہے پانی میں
جس کو خود پر غرور ہوتا ہے

زیبؔ مزدور کی کہانی میں
جسم دردوں سے چور ہوتا ہے

O

رب نے تجھ کو ایسے سنوارا، سارے کا سارا
تُو تو مجھ کو لگتا ہے پیارا، سارے کا سارا

سورج جلتا رہتا ہے جانے کس غم میں
انگارہ ہے، روشن تارا، سارے کا سارا

غیر ہیں وہ تو، دشمن ہیں سب، ہم تیرے ہیں
چھوڑ کے اُن کو بن جا ہمارا، سارے کا سارا

روکتے تھے سب، عشق نہ کرنا، باز نہ آیا
اپنا سب کچھ میں تو ہارا، سارے کا سارا

زیبؔ محبت میں لوگوں کو فائدے پہنچے
اپنے حصے میں ہے خسارا، سارے کا سارا

O

غیر کا ہے تُو، میرا یار نہیں
اسکا مطلب ہے تجھ کو پیار نہیں

جتنے بھی یار ہیں مرے لوگو!
کوئی بھی میرا غم گسار نہیں

ایسے منہ پھیر کے نہ جا، جانم!
ترا عاشق ہوں جرم دار نہیں

تو فقط جلوہ ہی دکھا دیا کر
مجھ کو اس میں بھی کوئی عار نہیں

ایک ہی شخص اب بسے گا یہاں
دوستا! دل ہے یہ مرغزار نہیں

میں تو کانٹا ہوں زیبؔ، پر دنیا
پھول تو چاہتی ہے خار نہیں

O

یہ کیسے روگ دل میں پل رہے ہیں
یہ کیسی سمت میں ہم چل رہے ہیں

ہوا احساس دل کو عاشقی میں
کہ اب خطرات سارے ٹل رہے ہیں

ہمیں پھلتا ہوا دیکھا گیا ہے
سبھی دشمن ہمارے جل رہے ہیں

انہیں کیسے بسائیں دل میں اپنے
نہ اب ہیں وہ نہ اپنے کل رہے ہیں

اگرچہ جل چکی ہے پھر بھی دیکھو
کہ اس رسی میں کتنے بل رہے ہیں

خدا کی زیبؔ کیا کم ہے عنایت
کہ اپنے پاؤں پر ہم چل رہے ہیں

شانِ حضرتِ فاروقؓ

شیطاں اُن سے ڈرتے تھے
دیکھ کے راہ بدلتے تھے

پھر سے جرم نہ ہو کوئی
کوڑا لے کر چلتے تھے

آپؓ کسی سے کب ڈرتے
رب سے بس وہ ڈرتے تھے

خوف سے کانپتے تھے سارے
حوصلہ ایسا رکھتے تھے

ڈرتے سبھی تھے عمرؓ سے زیبؔ
ڈر کے حکم سے چلتے تھے

O

سب نکل ہی پڑے مکانوں سے
برسے پتھر یوں آسمانوں سے

ایک کے پیچھے ایک آفت ہے
گزرے ہیں لاکھ امتحانوں سے

ہو گئے اکٹھے سب منافق پھر
سچ نکلتا نہیں زبانوں سے

ظلم ہوتا جو دیکھا بزدل نے
تیر نکلے نہیں کمانوں سے

دیکھ اِک دن ہمیں بھی زیبؔ میاں
دنیا جانے گی داستانوں سے

O

جنازے پر نہ آئے یار تو افسوس ہوتا ہے
ہوا مرنا اگر بے کار، تو افسوس ہوتا ہے

اِدھر سے تو دھڑکتا ہو اُسی کے نام پر یہ دل
اُدھر سے گر نہ ہو اظہار تو افسوس ہوتا ہے

اگر ہمت بہت کر کے نظر کے وار کر بھی دیں
لگے نہ تیر دل کے پار، تو افسوس ہوتا ہے

دوائے عشق پی کر بھی، ادائے حسن پا کر بھی
شفا پائے نہ گر بیمار تو افسوس ہوتا ہے

اگر ہوں زیبؔ محفل میں صنم کے ساتھ ہی رقصاں
رقیبِ رُو سیہ دو چار تو افسوس ہوتا ہے

O

میں جانتا ہوں نہیں ہے آنا، اے میری جاناں
سمجھ چکا میں ترا بہانہ، اے میری جاناں

ہمیشہ قائم بھی رہنا پڑتا ہے زندگی میں
سمجھ پرکھ کر قدم اُٹھانا، اے میری جاناں

اگر محبت کرو تو پھر تم وفا بھی کرنا
اصول ہے یہ بڑا پرانا، اے میری جاناں

گھڑے پہ تم بھی نہ چڑھ کے آنا مروگی ورنہ
کہ چل رہا ہے نیا زمانہ، اے میری جاناں

سنو محبت میں یہ گوارا نہیں کسی کو
رقیب کے ہاں یہ آنا جانا، اے میری جاناں

یہ پیار جس کو ملا ہے اُس کی حسیں ہے دنیا
نہیں ہے اس سے بڑا خزانہ، اے میری جاناں

ہیں زیبؔ، زینت، حیا، قرینہ وفا کے موتی
یہی محبت کا ہے ترانہ، اے میری جاناں

O

ختم اب عشق کی ہی کہانی کریں
یوں نہ برباد اپنی جوانی کریں

بیٹھ کر ہجر میں تیرے جانِ جہاں
دردِ دل کی مسلسل روانی کریں

چھیڑ کر قصہ پھر اس محبت کا ہم
یاد اپنی کبھی پھر جوانی کریں

دل کو لگتا بہت پیارا ہے زیبؔ وہ
نام اُس کے ہی اب زندگانی کریں

O

دردِ دل جب شدید ہو جائے
پیار اُن سے مزید ہو جائے

رزق ملتا ہے رب کی جانب سے
جو بھی مومن شہید ہو جائے

ماں یہ مجھ کو دعائیں دیتی ہے
تجھ سے سب غم بعید ہو جائے

کام آتا رہوں غریبوں کے
زندگانی مفید ہو جائے

چاند بن کر وہ زیبؔ آ جائے
اُس کو دیکھوں تو عید ہو جائے

O

کرنی ہے کوئی بات، ذرا میرے قریب آ
باقی ابھی ہے رات، ذرا میرے قریب آ

یوں دور رہا جو تُو بھیگے گا صنم پھر
کہتی ہے یہ برسات، ذرا میرے قریب آ

تجھ سے ہے مجھے کام سو ملنا ہے ضروری
خوش خوش ہو ملاقات، ذرا میرے قریب آ

پہلے تو کرونا نے ہمیں دور کیا تھا
اب ٹھیک ہیں حالات، ذرا میرے قریب آ

دیتا نہیں ہے زیبؔ رہیں اب جدا جو ہم
دشمن کو دے دیں مات، ذرا میرے قریب آ

O

خوف آتا ہے ہمیں انسان سے
بڑھ گیا ہے ہر طرح شیطان سے

جھوٹ، نفرت، دھوکہ بازی اور فریب
ہاتھ دھو بیٹھے ہیں ہم ایمان سے

آؤ بن جائیں سبھی ہم پارسا
ابتدا کر لیجے اس رمضان سے

گیت سُنتے ہیں پڑوسی ملک کے
ہے محبت ہم کو پاکستان سے

زیبؔ و زینت کر دیا اوطاق کی
کاش کوئی سیکھتا قرآن سے

O

وہ میری دسترس میں بھی نہیں ہے
پریت بھی ہوس میں بھی نہیں ہے

مرے دشمن کا نام اُونچا ہوا ہے
مرا تو خار و خس میں بھی نہیں ہے

کوئی کہسار ہے وہ تو اَنا کا
ذرا سا پیش و پس میں بھی نہیں ہے

نہیں آزاد بھی دیکھا گیا وہ
مگر میرے قفس میں بھی نہیں ہے

فقط ہے زیبؔ مجھ کو پیار اُس سے
مرا دل تو ہوس میں بھی نہیں ہے

O

تجھ کو اپنا شمار کرنا ہے
عمر بھر انتظار کرنا ہے

جانتا ہوں کہ میرے اپنوں نے
پیٹھ پیچھے سے وار کرنا ہے

کوئی اپنا نہیں بِنا تیرے
کب تُو نے اعتبار کرنا ہے

کیا پتہ تھا کہ دامنِ اُلفت
اُس نے یوں داغدار کرنا ہے

دل کا مالک بنا رہا ہوں جسے
اُس نے دل بے قرار کرنا ہے

عشق دریا ہے اور زیبؔ میاں
کچے مٹکے پہ پار کرنا ہے

O

سچ کو کبھی بھی مات نہیں ہے
اس سے ہٹ کر بات نہیں ہے

دشمن دھمکاتا ہے ہم کو
یاد اُسے اوقات نہیں ہے

جھوٹ نہیں چل سکتا کبھی بھی
دن ہے میاں یہ رات نہیں ہے

دشمن کو بتلا دو اُس کی
مجھ سے ہوئی ہی گھات نہیں ہے

زیبؔ نے پیار جو مانگا اُس سے
کہنے لگا، خیرات نہیں ہے

O

سمجھیں نہ تری بات کہ بچے نہیں ہیں ہم
ناچیں گے اشاروں پہ تو ایسے نہیں ہیں ہم

وعدے کو ہی توڑ دیں خدشات کے آ گے
وعدے کے اس قدر بھی کچے نہیں ہیں ہم

ماتھے پہ کسی کے تو لکھا نہیں ہوتا
اور مانتا ہے کون کہ سچے نہیں ہیں ہم

پہنچا ہوا ہے جانے کہاں پر یہ زمانہ
پیچھے بھی نہیں سب سے جو آگے نہیں ہیں ہم

سہتے رہے ہیں زیبؔ زمانے کے مظالم
لیکن کسی کو کچھ بھی تو کہتے نہیں ہیں ہم

O

تُو بھی رکھ پایا ایک راز نہیں
یار تُو بھی تو پاک باز نہیں

ہاتھ باندھے ہو یادِ یار میں گم
ایسی تو ہوتی ہی نماز نہیں

صدقِ دل سے کر عبادت شیخ!
عمر اتنی بھی اب دراز نہیں

یاد رکھے گی کیوں تجھے دنیا؟
زیبؔ ہے، تُو کوئی فرازؔ نہیں

O

دل کو جلائے سگریٹ
مجھ کو نہ بھائے سگریٹ

کوئی نہ کاش منہ کو
اپنے لگائے سگریٹ

جو چاہے ٹھیک رہنا
چھوڑے بجھائے سگریٹ

دولت ہو جس قدر بھی
کش میں اُڑائے سگریٹ

وہ مے کشی کے ماہر
میں نے جلائے سگریٹ

جب ہجر نے جکڑ لیا
ہاتھوں میں آئے سگریٹ

میں ہاتھ چوموں اُس کے
جس نے بنائے سگریٹ

تھا زیبؔ پھول دینا
لیکن وہ لائے سگریٹ

O

وہ سانپ نکلا ہے آستیں کا
وہ یار تھا، وہ، عدو کہیں کا

وہ چھوڑ دے گا مجھے یقیں ہے
یقین کر لو مرے یقیں کا

میں پاگلوں سا جو ہو گیا ہوں
اثر پڑا ہے تری نہیں کا

یہ رونا دھونا نصیب میں ہے
لکھا ملا ہے مجھے جبیں کا

وہ زیبؔ دھوکہ ہی دے گیا ہے
پتہ بتایا ہے اور کہیں کا

O

لوگ سبھی کیوں جلنے لگے ہیں
ہاتھ مخالف مَلنے لگے ہیں

اب خوشیوں کی آمد ہوگی
اب تو خطرے ٹلنے لگے ہیں

دیکھو بہاریں آنے لگی ہیں
پودے پھولنے پھلنے لگے ہیں

اب تو اَنا اور ضد کی پربت
اپنی جگہ سے ہلنے لگے ہیں

چھوڑ کے غیر کا زیبؔ سہارا
اپنے پاؤں چلنے لگے ہیں

O

وہ کہتے ہیں کہ سچائی بُری ہے
تری حالت اے سودائی! بُری ہے

مقدر میں ہی بیماری لکھی ہے
نہ سمجھو کہ دوائی بُری ہے

یہ غزلیں بیچنے سے کیا ملے گا
یہ لفظوں کی کمائی بُری ہے

رہے اُمید کہ حالات بدلیں
صنم سے بیوفائی بُری ہے

محبت بھی ہو شامل تربیت میں
ہو نفرت انتہائی، بُری ہے

بہانے اور یہ بے رُخی کی عادت
مرے اے زیبؔ بھائی بُری ہے

O

محبت کسی دل سے تُو کر کے دیکھ
کسی دل کو تُو رو برو کر کے دیکھ

اگر اطمینان و سکوں چاہیے
تو پیارے ذرا تُو وضو کر کے دیکھ

خدا بھی ترے ساتھ ہو جائے گا
ذرا سا عمل، جستجو کر کے دیکھ

زمانہ مخالف ترا ہو گا پھر
دِوانوں سا تُو ہو بہو کر کے دیکھ

تجھے زیبؔ حق بات پھنسوا دے گی
ذرا تذکرہ چار سو کر کے دیکھ

O

مجھ کو ناگن کی طرح ڈستی ہے
عجب اس آنکھ میں یہ مستی ہے

آپ کی ہو، یا جان پتھر کی
''بت پرستی تو بت پرستی ہے''

لطف دیتی ہے، دل لُبھاتی ہے
زندگی جب وہ مجھ پہ ہنستی ہے

اُسکے جانے سے پھول مرجھا جائیں
اسکے بسنے سے ''بستی'' بستی ہے

جس کے ہونٹوں پہ بھی حیا چمکے
تجھ سوا ایسی کوئی ہستی ہے؟

جب کبھی دیکھتا ہوں زیبؔ اُسے
خوشی سے آنکھ کیوں برستی ہے؟

O

چُھری یادوں کی ہے دل میں اُتاری
ہوئی ہے زندگی بس آہ و زاری

وہ کاش آجائے تو آئے سکوں بھی
کوئی دیکھے تو دل کی بے قراری

وہ تھا تو راس تھی آب و ہوا بھی
ہوئی ہر سانس ہے اب ہم پہ بھاری

جسے چاہا تھا اب تک مل نہ پایا
مری قسمت بھی جیسے اب کے ہاری

ملا دے اب حقیقت میں مجھے وہ
جو صورت میرے دل میں بستی پیاری

ملے جو مفت میں بھی زیبؔ نہ لو
کٹھن جو زندگی ہم نے گزاری

O

بڑی ہی یہاں پر خرابی ہے مرشد
جسے دیکھو بس وہ شرابی ہے مرشد

ہے زلفوں کی زنجیر پاؤں میں ایسی
نہ تالہ ہے اب اور نہ چابی ہے مرشد

ہے خوشبو تو صندل کے جیسی صنم کی
مگر اُس کا چہرہ گلابی ہے مرشد

وہ دیدار بھی زیبؔ دیتا نہیں ہے
عجب یار میں یہ خرابی ہے مرشد

O

اپنی خوشی ہم ویرانوں میں رہتے ہیں
دیوانے ہیں دیوانوں میں رہتے ہیں

کاش ہمیں بھی اپنا کوئی تو سمجھے
شام سویرے ارمانوں میں رہتے ہیں

مجنوں، قیس اور رانجھا، جتنے عاشق ہیں
وہ سب میری شریانوں میں رہتے ہیں

دل کے خانے چار ہیں کہتی ہے یہ سائنس
آپ تو دل کے سب ہی خانوں میں رہتے ہیں

ہم کو اچھی باتیں زیبؔ نہیں دیتیں
ہم جیسے پاگل خانوں میں رہتے ہیں

O

عمر بھر اُس کا انتظار کیا
دل محبت میں داغدار کیا

لوگ انجان تھے مرے غم سے
میں نے خود سب کو ہوشیار کیا

اُس نے دھوکا دیا مجھے ہر بار
میں نے ہر بار اعتبار کیا

گر وفا جرم ہے زمانے میں
جرم یہ میں نے بار بار کیا

ہم نے خوشیوں کی چھوڑ کر منزل
راستہ غم کا اختیار کیا

وہ مرے پیار کے نہ تھا قابل
اُس پہ نفرت کا میں نے وار کیا

O

لینے لگے ہیں سب ہی اب امتحان میرا
جانے کہاں لگا ہے اب یارو دھیان میرا

کوئی تو آئے رونق دل میں بسائے میرے
کھانے کو آگیا ہے خالی مکان میرا

وہ جاکے دشمنوں سے گُھل مل گیا ہے دیکھو
اپنا بھرم رکھا ہے اُس نے نہ مان میرا

سب لوگ ہیں مخالف اپنے بھی غیر بھی سب
میری زمیں نہیں ہے نا آسمان میرا

میں زیبؔ گم ہوا ہوں مدت ہوئی ہے دل سے
ہر سمت ہی چھپا ہے اب کے بیان میرا

O

چھوڑا تھا جہاں مجھ کو وہیں پر کھڑا ہوں میں
سب چھوڑ گئے مجھ کو مگر با وفا ہوں میں

کیا دور ہے آیا بڑی ہی دور ہیں دونوں
وہ دیکھتا ہے مجھ کو اُسے دیکھتا ہوں میں

لگتے ہیں کٹھن راستے نوجواں جو تجھ کو
اُن ہی رہوں سے گزرا تو سب پا گیا ہوں میں

ہر سمت خلاؤں کا مجمع ہی لگا ہے
تنہائیوں کی بھیڑ میں ایسے پھنسا ہوں میں

اِک قافلہ تھا جب میں چلا تھا رہِ حق پر
اے زیبؔ مگر آج اکیلا کھڑا ہوں میں

O

ہاتھ میں ہو جو تیرا ہاتھ
سب کو دے دیں گے ہم مات

مجھ پر ہنسنے والے سُن
تیری بھی ہے کیا اوقات

غربت دیکھ کے چھوڑ دیا
اللّٰہ بدلے گا حالات

مجھ سے جو ٹکرائے گا
دے دوں گا میں اس کو مات

زیبؔ یہ رونا بھی اب چھوڑو
خوشیاں لائی ہیں بارات

O

دو گھڑی ہم ذرا جو سوتے ہیں
اُس کی یادوں کے ساتھ ہوتے ہیں

مسکراہٹ سجائے پھرتے ہیں
وقت مل جائے ہم بھی روتے ہیں

جب کہ تعبیر بن نہیں پاتی
خواب آنکھوں میں کیوں پروتے ہیں

زیبؔ ناکام ہونے والے کیوں
جان کر کشتیاں ڈبوتے ہیں

O

پہلا شعر ہندوستان کے مشہور شاعر
''مرحوم راحت اندوری'' کے نام

تجھے شعر کہنے کی عادت نہیں ہے
کہ تُو زیبؔ ہے کوئی راحتؔ نہیں ہے

ترا مال تو بِک گیا جھوٹ سے بھی
مگر اس کمائی میں برکت نہیں ہے

تجھے چاہیے اب ذرا سا بدل جا
یہاں تو شرافت کی عزت نہیں ہے

محلات تو تیرے ہر شہر میں ہیں
ہزاروں کے سر پر یہاں چھت نہیں ہے

جواب اب بھی آیا نہیں میرے خط کا
اُنہیں ایک لمحے کی فرصت نہیں ہے

خدا کی عنایت کہ بیٹی بنائی
یہ رحمت ہے لوگو! مصیبت نہیں ہے

ملا زیبؔ کو اب صنم سے خُدایا
گوارا ہمیں اور فرقت نہیں ہے

O

کیسے جا رہے ہو ستم پے ستم تم
بتاؤ مرا جرم بھی کم سے کم تم

میں عزت سے پیش آتا ہوں تم سے یارو
کرو مجھ پہ بھی اب ذرا سا کرم تم

مرا جینا مرنا تمہارے لیے ہے
نہیں کرتے پھر کس لیے میرا غم تم

تمہارے لیے جاں بھی دے سکتا ہوں میں
مرا بھی اگر رکھتے تھوڑا بھرم تم

چلو آؤ آئینے میں مل کے دیکھیں
بہت زیبؔ دیتے ہیں شیشے میں ہم تم

O

بِن تیرے بیکار ہے عید
آجا اب پھر یار ہے عید

غم کے موسم بیتے ہیں
خوشیوں کی درکار ہے عید

اِس جانب ہیں غم ہی غم
تیری آنکھ کے پار ہے عید

ہمت کر کے روزے رکھ
جنت میں تیار ہے عید

سج دھج دیکھو پیاروں کی
خوشیوں کا اظہار ہے عید

O

وفا کیا اور دغا کیا، یار تم جاؤ
تمہیں اس سے کیا سرکار تم جاؤ

فقط مجھ پر ہی مت الزام دو جاناں!
نہیں تم بھی مرے دلدار، تم جاؤ

محبت ہے تو پھر ٹھہرو، یہاں بیٹھو
نہیں ہو تم اگر غمخوار تم جاؤ

مری ہمدردیاں دیکھیں تو وہ بولے
بڑے ہی ہو تم بھی فنکار، تم جاؤ

مریضِ عشق ہوں، مشکل ہے اب بچنا
بچانا ہے مجھے بیکار، تم جاؤ

تمہیں دیکھوں تو دھڑکن بڑھنے لگتی ہے
مرا دل ہو گیا بیکار، تم جاؤ

کرو نفرت تمہیں یہ زیبؔ دیتا ہے
کرو تم بھی نہ مجھ سے پیار تم جاؤ

O

کام ہے یہ بے کار، مصیبت
بن گیا ہے یہ پیار مصیبت

پیار کو پہلے دل میں اُتارا
اب اِس کا اظہار مصیبت

منزل کی جانب جب نکلے
راستے میں دیوار، مصیبت

پھول تو اچھے ہیں پر اِن کے
ساتھ میں ہیں یہ خار، مصیبت

پیار ہوا ہے جب سے ہم کو
کام لگے ہے یار مصیبت

زیبؔ محبت کے رستے میں
روز نئی دیوار مصیبت

O

ترے ہجر میں مرنے والے نہیں ہم
کٹھن راہ سے ڈرنے والے نہیں ہم

محبت میں ناکامی پر کٹنا، مرنا
مگر ایسا کچھ کرنے والے نہیں ہم

اگر لوگ اپنے ہمیں چھوڑ بھی دیں
تو غیروں کا دم بھرنے والے نہیں ہم

مقدر میں ناکامیاں ہی لکھی ہیں
مقدر کا غم کرنے والے نہیں ہم

O

کچھ تو اے میرے پیار کا تُو بھی خیال کر
نمبر ملا کبھی مرا مجھ کو تُو کال کر

آنکھیں ہیں کیمرہ تو مرا دل ہے میری
رکھا ہوا ہے تیرا ہی فوٹو سنبھال کر

فرمائشوں کا جال ہے اور میں ہوں دوستو!
پچھتا رہا ہوں عشق کے جذبے کو پال کر

برتن بھی دھو لیے میں نے جھاڑو لگا دیا
بیگم کو دے رہا ہوں اب انڈا اُبال کر

شادی نے تجھ سے تیری بے فکری ہی چھین لی
اب بیٹھ کے رو، ہاتھ بھی مل، غم، ملال کر

بیگم کو میکے بھیج دے دو چار دن کو ہی
اے زیبؔ چند ساعتیں سانسیں بحال کر

O

تیرے غم سے نکلنا چاہیے تھا
ہمیں خود ہی سنبھلنا چاہیے تھا

کس کی خاطر یہ رہ گئے پیچھے
جن کو بس آگے چلنا چاہیے تھا

ہم محبت کو ہی کُچل رہے ہیں
سر اَنا کا کچلنا چاہیے تھا

مجھ سے ملتے ہی ہنس پڑا ہے رقیب
اُسے تو ہاتھ مَلنا چاہیے تھا؟

زیبؔ جلنے سے اینٹ پکتی ہے
عشق میں تھوڑا جلنا چاہیے تھا

O

جو پھول ہے وہ اب پھول نہیں، جو خار ہے وہ اب خار نہیں
سچ یہ ہے اب دنیا میں جو بھی پیار تھا وہ اب پیار نہیں

یہ مکر و فریب کی دنیا ہے، یاں اُلٹی گنگا بہتی ہے
جس شخص کے ذمے جو بھی ہے، اُس شخص کا وہ کردار نہیں

اس بستی سے اب کوچ کرو، اب کوچ ہی سب سے بہتر ہے
کیا کرنا بستی میں رہ کر جب دلبر کا دیدار نہیں

ویرانہ ہے اب یہ مے خانہ، نہ ہی ساغر ہے، نہ مینا ہے
اب ساقی ہے نہ ہی محفل ہے اب کوئی بھی دلدار نہیں

اس پیار کے پیارے گلشن میں اے زیبؔ وفا کے پھول تو ہیں
پر کانٹوں کی بھی اُلجھن سے ہے کون یہاں دوچار نہیں

O

مشکل سے بھلایا جسے، پھر یاد کرے ہے
برباد مجھے بھی دلِ برباد کرے ہے

ہنگامہ بپا کرتا ہے وہ ہر گھڑی، ہر شب
برپا وہ ہر اِک دن نئی اُفتاد کرے ہے

وہ پہلے پہل چھیڑتا ہے، لڑتا ہے مجھ سے
معصوم بنے بعد میں فریاد کرے ہے

چلنا نہ کبھی بھول کے اس عشق کی رہ پر
یہ راہ تو انسان کو ناشاد کرے ہے

یوں زیبؔ سخن گوئی میں ہے تجربے کرتا
یہ تجربے جیسے کوئی استاد کرے ہے

O

سج دھج کے دار پر وہ بڑی شان سے گیا
جانباز جاں لڑا کے ہی پھر جان سے گیا

میں تو پہنچ گیا وہاں وہ ہی نہیں ملا
گویا وہ اپنے وعدے سے پیمان سے گیا

نظریں اُٹھا کے دیکھ لیا جس نے بھی تجھے
وہ شخص تو حواس سے ایمان سے گیا

پھر بھی ڈٹے ہوئے ہیں کئی اپنی بات پر
لے کر ثبوت میں وہاں قرآن سے گیا

دولت نے زیبؔ اپنے پرائے بھلا دیئے
اپنائیت تو دور وہ پہچان سے گیا

O

عشق میں کیا تمھارا حال ہوا
منہ طمانچوں سے دیکھ! لال ہوا

وہ گیا ہے ابھی ابھی لیکن
ایسے لگتا ہے ایک سال ہوا

کیا اُسے یاد آؤں گا میں بھی
یونہی دل کو مِرے خیال ہوا

ہجر میں اب پتہ چلا ہے مجھے
جینا تیرے بِنا محال ہوا

ہو رہا ہوں میں در بدر، جیسے
عشق میرے لیے وبال ہوا

زیبؔ دل جسکے خواب بُنتا تھا
اُس کے کوچے میں پائمال ہوا

O

عشق نے کر دیا اپنا کام
کر گیا میرا کام تمام

تُو نے مجھے ٹھکرایا یوں
جیسے ہو کوئی مالِ خام

اچھا کیا دل توڑ دیا
تیرے لیے تھا یہ خوش فام

تیرے ستم میں سہتا رہوں
سمجھا ہے کیا اپنا غلام

پھر اُسی سے اُمیدِ وفا
زیبؔ، نہیں لیتا جو سلام

O

کتنے برسوں سے ملاقات نہیں
پر بُرے اتنے بھی حالات نہیں

وہ حقیقت میں جو مل جائے مجھے
کیا کروں میری یہ اُوقات نہیں

اب سکوں جس میں میسر ہو مجھے
میری تقدیر میں وہ رات نہیں

تائبِ عشق مبارک تجھ کو
اب تری زیست میں آفات نہیں

غیر سے ملتا ہے تُو خوش ہو کر
اور کیوں مجھ پہ عنایات نہیں

پھول بھی اپنی جگہ پر ہیں حسیں
زیبؔ اُس رخ کی کوئی بات نہیں

O

سبھی کمروں میں بھی تالے پڑے ہیں
مکانِ عشق میں جالے پڑے ہیں

ابھی تو دور ہے منزل بھی کوسوں
ابھی سے پاؤں میں چھالے پڑے ہیں

ملے موقع تو ڈس لیتے ہیں اپنے
کہ گویا سانپ ہم پالے پڑے ہیں

ہے راہِ عاشقی پُر خار اتنی
ہمیں تو جان کے لالے پڑے ہیں

کھلا ہے زیبؔ کوئی راز ایسا
کہ چہرے سب کے ہی کالے پڑے ہیں

O

سب کچھ اپنا کھو چکا ہوں
بس تمہارا ہو چکا ہوں

خون ہے آنکھوں سے جاری
منہ لہو سے دھو چکا ہوں

اور اب آنسو نہیں ہیں
میں بہت ہی رو چکا ہوں

جاگتے ہیں خواب میرے
میں کبھو کا سو چکا ہوں

فصل کاٹوں گا وہی میں
بیج جیسا بو چکا ہوں

زیبؔ ہوں میں عاشقی میں
چین اپنا کھو چکا ہوں

O

آج پھر ایک مسئلہ ہوا ہے
زیبؔ پھر غم میں مبتلا ہوا ہے

اس لیے ہے مری زبوں حالی
دشمنوں سے کوئی ملا ہوا ہے

ہم تو غارت ہوئے محبت میں
دشمنوں کا مگر بھلا ہوا ہے

زیبؔ بھُولا نہیں محبت کو
دل اگرچہ بہت جلا ہوا ہے

O

گر جناب آنے کا وعدہ کریں غم خواری کو
ہنس کے بیمار لگائے گلے بیماری کو

تیرے ہوتے ہوئے جب ہوش تلک رہتا نہیں
کیسے جی چاہے ہمارا میاں بیداری کو

تُو نے جو اپنا بنایا، بنا کے چھوڑ دیا
داد دیتے ہیں صنم تیری سمجھداری کو

جب کبھی کام تھا تب یار چلے آئے تم
تم بہت خوب سمجھتے ہو جہاں داری کو

آخرِ کار دیا زیبؔ کو بھی تُو نے فریب
خوب حیران ہوئے تیری اداکاری کو

O

نیند آتی ہے پر نہیں آتی
''رات کٹتی نظر نہیں آتی''

یوں تو ہر اِک کو ہے سکون یہاں
یہ خوشی میرے گھر نہیں آتی

اے خدا! کر معاف میری خطا
چاندنی میرے گھر نہیں آتی

میرے محبوب کے تخیل میں
نیند آتی مگر نہیں آتی

لوگ ایسے ہی مانتے رب کو
قبر میں گر خبر نہیں آتی

O

سدا رہے گا نہ چہرے کا نور شہزادی
نہ کر تُو حسن پہ اتنا غرور شہزادی

یہ اِک جھلک ہی تری دیکھنے میں آیا تھا
حقیر نظروں سے مجھ کو نہ گھور شہزادی

ذرا سا رحم بھی آیا نہیں ہے دل میں ترے
ہزار عرض کی تیرے حضور شہزادی

مرے یہ دل نے تو اِک کی ہے چاہ بس تیری
یہی مرا تو رہا ہے قصور شہزادی

ستاتی مجھ کو رہی ہیں تری وہ یادیں پھر
ہوا ہوں تجھ سے میں جتنا بھی دور شہزادی

اُٹھانا ناز بھی اُس کا کہ جو ستائے ہمیں
ہے جبر تو یہ سہیں گے ضرور شہزادی

ترا ہو حکم تو پھر جان بھی یہ حاضر ہے
نہیں ہے زیبؔ کے تُو دل سے دور شہزادی

O

رد نہیں کر سکتا اپنی شان کو
دل نہ دے بیٹھوں کسی انجان کو

ہر کوئی جلتا ہے چاہت سے مری
پکڑوں میں کس کس کے اب دامان کو

جان بھی دھرتی کے اُوپر وار دوں
روک لوں گا میں ہر اِک طوفان کو

ہر کوئی دشمن بنا ہے زیبؔ کا
عاشقی تو آ گئی ہے جان کو

O

مری زندگی تو تبہ ہو گئی ہے
مگر ہر طرف واہ وا ہو گئی ہے

ستارے بھی غائب، قمر بھی نہیں ہے
تبھی رات کافی سیہ ہو گئی ہے

تھا منصوبہ جو نیکیاں ہی کریں گے
مگر زیست وقفِ گنہ ہو گئی ہے

سدا ساتھ دینے کا وعدہ تھا جس کا
الگ اس کی اب مجھ سے رہ ہو گئی ہے

جسے میں سمجھتا رہا زیبؔ و زینت
فقط وہ مرے دل کی ہا ہوگئی ہے

O

جو ہوتی آپ کی اس دل کو آج دید نہیں
زمانہ کہتا رہے پھر بھی اپنی عید نہیں

قیام صدق پہ سولی چڑھاتے آئے ہو
یہ جبر سہتے رہے ہم یہ اب مزید نہیں

بہت ہی جان چکے دوست تیرے باطن کو
کسی اچھائی کی اب کوئی بھی اُمید نہیں

یہ جبر کرنا غریبوں کو نوچ کھانا ترا
نہیں تُو مومن بھی گر تُو جو یزید نہیں

ہمیشہ سچ ہی لکھا، حق بلند کرتا رہا
کلامِ زیبؔ کو کہتے ہیں کیوں مفید نہیں

O

’’تم سے مرا سوال ہے، تم کیوں چلے گئے‘‘
جینا بہت محال ہے، تم کیوں چلے گئے

دوجا کوئی نہیں جو سہارہ بنے یہاں
اِک سانس بھی وبال ہے، تم کیوں چلے گئے

رستے میں ساتھ چھوڑ کے دل توڑ کے گئے
آ دیکھ کیسا حال ہے، تم کیوں چلے گئے

آسائشیں ہزار میسر بھی ہوں تو کیا
کنگال جیسا حال ہے، تم کیوں چلے گئے

ساری ہنسی خوشی سبھی آرام لٹ گیا
قسمت پہ جب زوال ہے، تم کیوں چلے گئے

اے زیبؔ ورغلا کے تجھے یہ کر گئے حریف
اغیار کی یہ چال ہے، تم کیوں چلے گئے

O

بات یہ اصل ہے حقیقت ہے
خواب میں وصل ہے حقیقت ہے

نقل ہے آئینے میں جو میری
نقل ہی اصل ہے، حقیقت ہے

عقل یہ ہے کہ عشق مت کرنا
بس یہی عقل ہے حقیقت ہے

ورنہ میں زیبؔ پیار بھی کرتا
دل ہی بیدخل ہے حقیقت ہے

O

آپ کے ہجر نے وہ کام کیا
زخمِ دل ہی ہمارے نام کیا

سارے دشمن پہاڑ صورت ہیں
عشق وادی میں جب قیام کیا

عاشقی کا بھلا ہو دنیا میں
اس نے جینا مرا حرام کیا

اُنکی نظروں کے تیر کھا کھا کر
موت کا ہم نے اہتمام کیا

زیبؔ لاشے ہیں چلتے پھرتے سے
زیست کا ہم نے اختتام کیا

O

اُس کو آج دُعا دی میں نے
دل کی بات بتا دی میں نے

ہاتھ نہ کچھ بھی آیا آخر
عشق میں جان لُٹا دی میں نے

اُس جانب خاموشی ٹھہری
جتنی بار صدا دی میں نے

دیکھ کے روتا تھا دل جس کو
وہ تصویر جلا دی میں نے

زیبؔ خطوط میں بس یادیں تھیں
اُن کو آگ لگا دی میں نے

O

راہوں میں ہی مر جاتا ہے
دیوانا کب، گھر جاتا ہے

نظروں سے جو بھی گِر جائے
ٹوٹ کے ہار بکھر جاتا ہے

روز نیا لانا پڑتا ہے
سورج روز کدھر جاتا ہے

زندہ ڈوبتا ہے پانی میں
بندہ مر کے تر جاتا ہے

کوشش ہے دستار بچا لوں
اس کوشش میں سر جاتا ہے

زیبؔ ہے وہ قاتل اس دل کا
پھر بھی صاف مکر جاتا ہے

O

پوچھتا کیا مزاج جانے دے
ہوں نہیں ٹھیک آج جانے دے

پھرتا رہتا ہوں میں یہاں سے وہاں
ہوگا نا کام کاج جانے دے

ٹھیک رہتے بھی ہم تو ٹھیک نہیں
چھوڑ میرا علاج جانے دے

روبرو بیٹھ! گفتگو کر لے
کہہ رہا کیا سماج جانے دے

زیبؔ سچ بولنے کی ہمت کر
ہو خفا سامراج جانے دے

O

تھوڑا سا چین مجھ کو بھی حاصل نہیں ہوا
وہ جو مرے خلوص میں شامل نہیں ہوا

میرا بھی ذہن کند سا تھا اس کے پیار میں
مجھ پر یقین اُس کو بھی اِک پل نہیں ہوا

گرچہ بیوفا نے تو ستم در ستم کیے
دل پھر بھی اس کے پیار میں پاگل نہیں ہوا

دیکھو صنم کی آنکھ سے بہتا ہے اس طرح
دریا کا دھارا ہو گیا، کاجل نہیں ہوا

تیرے بغیر یوں لگے ہے اے مرے صنم!
جیسے اُدھورا زیبؔ ہے کامل نہیں ہوا

O

اب نہیں ہے یہ اپنا گھر بابا
آہ جائیں گے ہم کدھر بابا

کب چراغِ اُمید ہے کوئی
ہم تو پھرتے ہیں دربدر بابا

رستہ اپنا کٹے گا اب کیسے؟
کوئی رہبر نہ ہم سفر بابا

اجنبی ہے یہاں جہاں سارا
کیسے کاٹوں گا یہ سفر بابا

چھٹ گئے ہیں یقین تھا جن پر
مجھ کو رستے میں چھوڑ کر بابا

بولا جس نے ہے سچ زمانے میں
وہ ہوا یاں پہ در بدر بابا

سچ لکھے گا سدا یہ زیبؔ ترا
چاہے کٹ جائے اپنا سر بابا

O

آپ آئے ہیں مہربانی ہے
آپ کی دل پہ حکمرانی ہے

جو بھی بچھڑا ملا نہیں مجھ کو
یار بس یہ مری کہانی ہے

اُس نے جاتے ہوئے جو زخم دیا
اُس کی وہ آخری نشانی ہے

شعر تو ہم نہیں سنائیں گے
آپ بیتی ہمیں سنانی ہے

کر دیا کھوکھلا غموں نے زیبؔ
جان جانے میں اب آسانی ہے

O

جن راستوں کا تو نے ہے انتخاب کرنا
لازم ہے تُو نے خود کو اب کے خراب کرنا

نیندوں کو مار ڈالا، جاگا میں جتنی راتیں
اِن رتجگوں کا آ کر مجھ سے حساب کرنا

یوں بے حجاب پھرنا ویسے تو شہر بھر میں
اور دیکھتے ہی مجھ کو اُس کا نقاب کرنا

یوں بن سنور کے پھرنا، دلکش سی چال اُس کی
مقصد ہے اُس کا مجھ کو زیرِ عتاب کرنا

میں تو یہی کہوں گا اے زیبؔ عاشقوں سے
اس عاشقی سے بہتر ہے، اجتناب کرنا

O

نہیں ہے مے میں سرور ساقی
صنم ہے میرا جو دُور، ساقی

میں کب کا پیاسا ہوں منتظر ہوں
تجھے نہیں ہے شعور ساقی

فقط پلانا ہے کام تیرا
یا اور بھی ہیں اُمور ساقی

نہیں ہے مے کی کہیں بھی قلت
ہے تیرے دل میں فتور ساقی

یہ میری تشنہ لبی کو دیکھو
تھکن سے کتنا ہوں چُور ساقی

فقط یہ مے ہی پلائے جا تُو
نہیں ترے پاس حور ساقی

تُو زیبؔ کو پلا جلدی جلدی
ابھی ٹھکانہ ہے دور ساقی

O

غم نہیں کچھ بھی جگ ہنسائی کا
غم ہے تو ہے فقط جدائی کا

ہر کوئی اپنے آپ میں گم ہے
بھائی کو دکھ نہیں ہے بھائی کا

ہجر کا زخم اتنا گہرا ہے
اب اثر کچھ نہیں دوائی کا

روٹی، کپڑا، دوائی بھی دکھ ہے
جانتا دُکھ کوئی خدائی کا

اختلاف ایسے زیبؔ ہیں اپنے
کوئی کہسار جیسے رائی کا

O

درد اور غم جو تُو نے جھیلا ہے
زندگی سے بھی خوب کھیلا ہے

روز دیوانگی کے قصے سُنے
ہر طرف تیرا چرچا پھیلا ہے

ترس آتا ہے دیکھ کر تجھ کو
تُو بھری دنیا میں اکیلا ہے

اے محبت ہمارا راستہ چھوڑ
تُو نے تنہائی میں دھکیلا ہے

اسکو پانے کی چھوڑ دے اُمید
زیبؔ! دامن تمہارا میلا ہے

O

وہ جو دلدار تھا، سو وہ نہ رہا
ایک ہی یار تھا، سو وہ نہ رہا

مر گیا وہ کسی نے بتلایا
جو مرا پیار تھا، سو وہ نہ رہا

تُو گیا جب تو پھر ہوا کچھ یوں
دل جو سرشار تھا، سو وہ نہ رہا

مر گیا میں تو لوگ کہنے لگے
وہ جو دیوار تھا، سو وہ نہ رہا

میری صورت میں کوئی باقی تھا
کہنہ آثار تھا، سو وہ نہ رہا

آئینے میں بھی زیبؔ کوئی نہیں
ایک غم خوار تھا، سو وہ نہ رہا

O

لے کے جاتے ہو کیوں طبیب کے پاس
لے چلو مجھ کو بس حبیب کے پاس

ایک محشر ہوا ہے جو برپا
اور موضوع نہ تھا خطیب کے پاس

وہ بھی جاتا ہے اب رقیبوں کو
کون آتا ہے بد نصیب کے پاس

لے کے جو دے کھلونے بچوں کو
اتنے پیسے نہیں غریب کے پاس

زیبؔ دانش کو یہ بڑھاتا ہے
بیٹھنا شاعر و ادیب کے پاس

O

محبت میں کہیں مروایا بھی ہے
مجھے دیوار میں چنوایا بھی ہے

یہی برسوں سے ہوتا آ رہا ہے
کہ حق والوں کو ہی گڑوایا بھی ہے

پرندہ مر گیا کنجِ قفس میں
کئی دن سے کوئی نہ آیا بھی ہے

شجر جس نے لگایا زندگی میں
قیامت تک اسی کا سایا بھی ہے

O

کوئی حبیب ہے اپنا، نہ غم گسار کوئی
زمانے بھر میں نہیں اب تو اپنا یار کوئی

نہ آیا آج بھی وعدے پہ دشمنِ جاں وہ
کرے بھی کب تک دشمن کا انتظار کوئی

یوں میرے آگے سے گزرا وہ ہم نشیں میرا
کہ جیسے گزرے ہے آگے سے پردہ دار کوئی

ہمیں بھلا کے رقیبوں سے جا ملا ہے جو
اُسے ملے گا کہاں ہم سا جاں نثار کوئی

کبھی یہ اس پہ، کبھی اُس پہ مرنے لگتا ہے
نہیں ہے اپنے دل پر اب اختیار کوئی

اسے بتاؤ ہواؤ! جہاں بھی تم کو ملے
تمہارے واسطے رہتا ہے اشکبار کوئی

چمن میں زیبؔ کوئی پھول تک نہیں دیکھا
یوں ہوتی کب ہے سماں جیسی ہی بہار کوئی

O

جلاتی ہیں دل کو رقیبوں کی باتیں
سُنے کون ہم بدنصیبوں کی باتیں

دوا عاشقی کی نہیں ہے کوئی بھی
مرے حال پر ہیں طبیبوں کی باتیں

فقط میرؔ و غالبؔ ہی شاعر تھے شاید
کچھ ایسی ہیں اب کے ادیبوں کی باتیں

لگی آگ ہے شہر میں جو یہ سارے
تو کام آئی ہیں یہ خطیبوں کی باتیں

سُنائیں کسے زیبؔ حالات اپنے
سُنے کون ہم سے غریبوں کی باتیں

O

خوشیوں کا چمن اور گلستان مبارک
ہم کو یہ گھر اپنا، یہ زندان مبارک

تُو خوش رہے جانِ جاں، لیکن یہاں ہم کو
یہ قافلۂ بے سر و سامان مبارک

ڈرتے تجھ سے شہر کے فرعون بنے لوگ
دیوانے تمھیں چاک گریبان مبارک

دل میں ہی رہے گا ترے ملنے کا طلاطم
ارمان ہے جس بات کا ارمان مبارک

ہر شعر ترا، نظم تری، غزلیں بھی اعلیٰ
اے زیبؔ تجھے اپنا یہ دیوان مبارک

O

ہم تم اور ہمارے دکھ
کرتے کیا بے چارے دکھ

جیسے ہی ہم کو دیکھا
دوڑے آئے سارے دکھ

تنہائی ، رسوائی ، غم
اور ملے ہیں پیارے دکھ

پہلے مجھ کو ہمت دی
اور پھر مجھ پہ اُتارے دکھ

زیبؔ کو پانے کی خاطر
پھرتے ہیں مارے مارے دکھ

O

درد دل میں مرے اُتار گیا
چھوڑ کر ساتھ، میرا یار گیا

جس نے آنا تھا، وہ نہیں آیا
دیکھنے میں بھی بار بار گیا

تیر نظروں کا مار کر دل میں
جیتے جی مجھ کو ایسے مار گیا

آج بھی شوخ وہ نہیں آیا
باغ میں آنا پھر بکار گیا

تُو نے عزت جو کی نہیں اُس کی
روٹھ کر تیرا غمگسار گیا

تیر مارا تھا اُس نے نظروں کا
ٹھیک دل کے وہ زیبؔ پار گیا

O

ہم پہ بھی یار اِک نظر کیجے
کچھ تو چشمِ کرم اِدھر کیجے

پھر سے پتھر اُٹھا کے وہ لائیں
زندہ ہوں میں اُنہیں خبر کیجے

جینے کی ہی نہ ہو جسے اُمید
جیون اس طرح پھر بسر کیجے

ہائے ناداں تھا میں بھٹک گیا تھا
عاصی ہوں مولا در گزر کیجے

دل کُچلنا ہنر بنا ہوا ہے
آپ بھی زیبؔ یہ ہنر کیجے

O

کیا وفا اور کیا دغا، اے یار چلتے ہی بنو
تم کو اس سے کیا ہے اب سرکار، چلتے ہی بنو

بے وفائی کر کے میرے پاس پھر آئے ہو تم
خود کو تم کہتے ہو میرا یار، چلتے ہی بنو

جب برا وقت آگیا سر پر مرے، آئے نہیں
مت بنو تم اب مرے غم خوار، چلتے ہی بنو

میں محبت ولولہ اور پیار سے اُن تک گیا
مجھ سے کہتے ہیں ابے فنکار، چلتے ہی بنو

عاشقی کا جان لیوا ہے مرض مجھ کو میاں
اب بچانا مجھ کو ہے بے کار، چلتے ہی بنو

وہ منافق، وہ عدوئے جان گھر آیا مرے
منہ سے نکلا میرے او مکار، چلتے ہی بنو

پھول دینے زیبؔ پہنچا تو وہ یوں کہنے لگا
عاشقی کیسی ہے کیسا پیار، چلتے ہی بنو

O

لوگ آ کے دے جاتے پھول ہمیں
تُو سمجھتا ہے کیوں فضول ہمیں

ہم کہیں جو بھی رد ہے اُسکے ہاں
وہ کہیں جو بھی سب قبول ہمیں

یاد رکھا ہے ہم نے کیوں اِن کو
وہ تو کب کے گئے ہیں بھول ہمیں

ہم نے سب کچھ نثار کر ڈالا
درد ہی بس ہوئے وصول ہمیں

ہم نے اُن کو ہے زیبؔ و زینت دی
وہ سمجھتے ہیں رہ کی دھول ہمیں

O

کیسا حسن کا پیکر تُو
میرے دل کا منظر تُو

مارتا ہے نظروں کے تیر
کیسا ظالم، جابر تُو

حسن ترا میرا ایماں
میرے پیار کا کافر تُو

میرا دل مانگے تجھ کو
اور انکار کا ماہر تُو

اور تو سب کچھ بھول گیا
پر دل کو ہے ازبر تُو

زیبؔ چلا آیا ملنے
اب تھوڑی ہمت کر تُو

O

تری آس پر بیٹھ جائیں یہیں ہم
یوں فارغ رہیں گے نکمے نہیں ہم

ہمیشہ وفا وعدہ کرتی نہیں ہیں
کریں آپ پر کیسے پھر اب یقیں ہم

مرے حصے میں وصل کب آئے جاناں
یوں تصویر میں چومتے ہیں جبیں ہم

دعا ہے کہ آباد ہو دل ترا یوں
رہیں زندگی بھر وہاں پر مکیں ہم

مناتا کبھی ہم کو بھی یار کوئی
اگر تیری ہی طرح ہوتے حسیں ہم

ستم بھی سہے اور اُف تک نہیں کیا
ہوئے قیس، فرہاد کے ہم نشیں ہم

ہمیں مل ہی جائے گا وہ زیبؔ اِک دن
مگر بکھرے راہ میں ہوں گے کہیں ہم

O

یہ لگتی زہر ہے اب زندگی بھی
اگرچہ کر کے دیکھی دل لگی بھی

غمی میں بھی نہیں ہے ساتھ میرے
اُسے بھاتی نہیں میری خوشی بھی

وہ دشمن کیا بنے گا، مجھ سے جس نے
نبھائی ہی نہیں ہے دوستی بھی

وہ میرے دام میں آیا نہیں ہے
سنائی اُس کو میں نے شاعری بھی

میں زیبؔ داستاں ہوں ہر گلی میں
گلے میں پڑ گئی ہے عاشقی بھی

O

عاشقی ایسے پنپ سکتی ہے اظہار کے ساتھ
زندگی اپنی گزر جائے گی یوں پیار کے ساتھ

ایسے وحشی سے قبیلے میں مرا مسکن ہے
گھر میں بندوق بھی رکھتا ہوں میں تلوار کے ساتھ

ناداں دل ہی نبھا سکتا ہے تری سنگ دلی
کون رہ سکتا ہے ورنہ کسی مکار کے ساتھ

سُونا سُونا سا مکاں لگتا ہے اب تیرے بِن
یاد کرتا ہوں تجھے میں در و دیوار کے ساتھ

زیبؔ! دشمن کو بھی میں پیٹھ نہیں کر سکتا
گولی سینے پہ ہی کھاؤں گا میں للکار کے ساتھ

O

ہمیں ہے محبت، تمہیں اس سے کیا
پڑی ہے مصیبت، تمہیں اس سے کیا

لگا بے رُخی کا جو الزام ہے
اُلٹ ہے حقیقت، تمہیں اس سے کیا

تمہارے بدن میں ہے پتھر کا دل
محبت، عداوت، تمہیں اس سے کیا

مبارک تمہیں ہو خوشی ہی خوشی
ہماری محبت؟ ، تمہیں اس سے کیا

تمہیں وصل بھاتا ہے غیروں کے سنگ
یہاں ہے قیامت، تمہیں اس سے کیا

سنو حکمرانوں، سنو عادلوں
بڑھی ہے جو غربت، تمہیں اس سے کیا

مظالم تمہیں زیبؔ دیتے نہیں
کریں ہم جو منت، تمہیں اس سے کیا

O

ڈراتا رہ گیا ہے ، ڈر ہمارا
عجب دہشت میں ہے اب گھر ہمارا

یہ کیفیت عجب ہے عاشقی میں
کہ دل لگتا نہیں دن بھر ہمارا

ہماری موت سے وہ نابلد ہے
نہیں پہنچا وہ نامہ بر ہمارا؟

وہ ہم کو بھول بیٹھے ہیں سُنا ہے
نہیں بھولا ہے دل یکسر ہمارا

سوائے رب کے آگے زیبؔ کہہ دو
کبھی جُھکتا نہیں ہے سر ہمارا

O

پوچھتے ہو کس حال میں ہے
دل غم کے پاتال میں ہے

مشکل ہے بچنا اب کے
پنچھی ایسے جال میں ہے

اُس کے نمبر سے جو آئے
ایک نشہ مس کال میں ہے

باہر ہے وہ چیز کہاں
لطف جو گھر کی دال میں ہے

آزادی کے یہ دن ہیں
بیگم اب سسرال میں ہے

آنکھوں میں ہے قہر اُس کے
لالی گرچہ گال میں ہے

شادی ہو گئی ہے جس سے
زیبؔ بڑے جنجال میں ہے

O

جو کیا بے حد تم سے پیار ہے، معافی دے دینا
مرا جیا بھی اُس پار ہے، معافی دے دینا

دُکھا ہے دل جو تیرا تو میں بہت نادم ہوں
تُو میرے دل کا غم خوار ہے،معافی دے دینا

جہاں میں اب میں ناکام ٹھہرا ہوں ہمہ جانب
یہ دل بھی جینے سے بیزار ہے،معافی دے دینا

وفا نبھائی ہے، پیار بھی کیا ہے تجھ سے
ہوئی خطا جو دو چار ہے، معافی دے دینا

نصیحتیں بھی ہیں مسئلے ہیں ان میں تشنیع
یہی ہے زیبؔ کے اشعار ہے، معافی دے دینا

O

جی نہیں میرے یار اب نہ ہو گا
مجھ سے بھی اور پیار اب نہ ہو گا

عشق میں جان دے تو سکتا ہوں
عشق میں اعتبار اب نہ ہو گا

بزم سے مجھ کو پھر اُٹھایا جائے
جانِ جاں بار بار اب نہ ہو گا

آج ایمان کس کا کامل ہے
ہر کوئی دیندار اب نہ ہو گا

جو کفن باندھے راہِ حق پر ہے
اُس کو دنیا سے پیار اب نہ ہو گا

چاہے غم ہو یا مات ہو یارو
دل کو مے سے خمار اب نہ ہو گا

زیبؔ گھٹ گھٹ کے مر بھی سکتا ہے
وصل کے بن قرار اب نہ ہو گا

O

چھوڑ کر تجھ کو کدھر جاؤں گا میں
تیری راہوں میں بکھر جاؤں گا میں

جب محبت بھی ہو جائے گی جاں
بات کرتے ہی نکھر جاؤں گا میں

مجھ سے تُو اپنی نگاہوں کو نہ پھیر
تجھ کو نا دیکھوں تو مر جاؤں گا میں

تُو مجھے چاہے نہ چاہے جاناں
تیرے دل میں تو اُتر جاؤں گا میں

تُو حسیں ہے بڑی ہی جانِ جاں
اب تجھے دیکھا تو مر جاؤں گا میں

زیبؔ یوں بھی دل کو سکوں ملتا ہے
نام تیرا لے کے گھر جاؤں گا میں

O

اتنی تھی اوقات ہماری
سنتا نہیں وہ بات ہماری

دیکھ کے منہ موڑا دلبر نے
پوچھی نہیں حاجات ہماری

روتا ہوں اب ہجر میں اُس کے
یوں گزری ہر رات ہماری

اُس کی جیت میں خوش ہوں میں بھی
تھی تقدیر میں مات ہماری

غم کے بادل برساتی ہے
آنکھوں سے برسات ہماری

زیبؔ کہیں گے دل کی باتیں
کاش سُنے وہ بات ہماری

O

ختم جگ سے سَبھی افتاد کرنا ہے
آج ہر مسلماں فولاد کرنا ہے

جاں کے بدلے میں پالیں، اپنی سب جنت
ملک کو ظلم سے آزاد کرنا ہے

ہم دلائیں گے ہر مظلوم کو انصاف
دل میں ہر آدمی آباد کرنا ہے

ڈٹ کے رہنا ہے جب تک جان باقی ہے
کفر کو دنیا میں برباد کرنا ہے

مل کے سب سجدۂ رحمت ادا کر لیں
رب کا احساں ہمیشہ یاد کرنا ہے

O

وہ ہے جان سے پیارا زیبؔ
جان کے اُس سے ہارا زیبؔ

ٹھکرایا ہے اب سب نے
ہائے رے بیچارہ زیبؔ

سب نے منہ ہی موڑ لیا
جیسے ہو ناکارہ زیبؔ

بھول گئے اب، پہلے تھا
سب کی آنکھ کا تارا زیبؔ

مجھ پر وہ جو برہم ہے
کم ہو اس کا پارہ زیبؔ

تُو نے بس دل مانگا ہے
تیرا ہے یہ سارا زیبؔ

O

کیا سمجھاتا ہم کو ناصح
سمجھا ہی نا غم کو ناصح

خلد میں رہتا آخر دم تک
سمجھاتے آدم کو ناصح

اچھا سمجھتا ہے کیوں ہر دم
زائد پر اِس کم کو ناصح

کاش سمجھتے لوگ ہمیشہ
تیرے نقشِ قدم کو ناصح

زیبؔ نہ دیتا بولنا اس کو
دیکھتا آنکھ میں نم کو ناصح

O

آپ کے نام پہ ننگ کرے ہے
سب ہی ہم سے جنگ کرے ہے

ایسی تو ہوتی نہیں درویشی
آج یہاں جو ملنگ کرے ہے

جان کھو کے بھی ہاتھ نہ آیا
پیار سچا یہ پتنگ کرے ہے

جان کے پوچھتا ہے حالِ دل
جان کے وے ہمیں تنگ کرے ہے

ہائے بھولتا ہی نہیں وہ شوخ
گرچہ نشہ ہم بھنگ کرے ہے

دیکھ کے وہ اغیار کو یک سنگ
خود کو خون میں رنگ کرے ہے

عمر گزاری زیبؔ جو تنہا
جیون ہم بے ڈھنگ کرے ہے

O

آپ جب سے ہمارے گھر آئے
سارے الزام اپنے سر آئے

تھوڑی سی ڈھیل دی تمہیں ہم نے
آپ اُوقات پر اُتر آئے

جس گھڑی بھول جاؤں میں تم کو
موت کی آپ کو خبر آئے

رب کی قربت کا یہ ذریعہ ہے
میرے حصے میں چشمِ تر آئے

زیبؔ دل جوڑنا بھی ہے نیکی
ہاتھ میں کاش یہ ہنر آئے

O

کرتے رہے ہو جو میرے یار، شکریہ
اے میرے دوست میرے دلدار، شکریہ

ہر بار میرے اپنے ہی وار کرتے ہیں
کہتا رہا ہوں میں بھی ہر بار، شکریہ

میں نے جو پھول بھیجا بولے غرور سے
کیوں بھیجتے ہو گل تم بیکار، شکریہ

میں نے صنم کا چہرہ جب بھی پڑھا، کھلا
لکھا ہوا تھا آنکھوں کے پار، شکریہ

کل شکریہ کہا تو وہ سر پہ چڑھ گیا
گویا ادا کیا تھا بے کار، شکریہ

بیٹھا جو اس کے سائے میں، مجھ کو یوں لگا
جیسے کہ کہہ رہی ہو دیوار، شکریہ

اچھائی زیبؔ دیتی ہے تم کو میرے یار
چنتے رہے ہو رستے سے خار، شکریہ

O

یا تو اس دل کو بہت سخت بنایا ہوتا
یا محبت میں جدائی کو نہ لایا ہوتا

تیری خوشبو سے مہک اُٹھتا ہر اِک لمحہ مرا
آخری بار گلے سے جو لگایا ہوتا

میری حالت پہ زمانہ نہ کبھی یوں ہنستا
ہجر کا تُو نے تماشا نہ بنایا ہوتا

میں تو دیوانہ بنا پھرتا ہوں اسکے غم میں
کاش اُس نے بھی مجھے دل میں بسایا ہوتا

زیبؔ روٹھے تھے تو پھر مان بھی جانا تھا ہمیں
پر ہمیں آ کے کسی نے تو منایا ہوتا

O

ڈھونگ ہے، ایک مسخرا ہے عشق
رنگتوں پر ہی جو فدا ہے عشق

کیوں یہ بدنام ہے زمانے میں
میرؔ تو کہہ چلے خدا ہے عشق

ایک منصور سولی چڑھ دوڑا
دیکھیے خون مانگتا ہے عشق

کیسی چاہت، کہاں کا عہدِ وفا
جھوٹ ہے اور اِک دغا ہے عشق

زیبؔ اب اِس سے بچ کے چلنا ہے
جان لینے پہ اب تُلا ہے عشق

O

اور کوئی زخم کھایا جا سکتا ہے
پھر اُن کے پاس جایا جا سکتا ہے

کیا اُس کو بھی یاد آتی ہو گی میری
یادوں کو پھر جگایا جا سکتا ہے

کر کوشش تُو گر اللّٰہ چاہے گا
اُس روٹھے کو منایا جا سکتا ہے

مانا اپنے بس میں کچھ بھی نہیں ہے
پھر بھی تجھ کو بھلایا جا سکتا ہے

ہے مشکل زیبؔ، یہ رہِ عشق بہت
یہ دل کو بھی بتایا جا سکتا ہے

O

کیا گلہ کرنا ہے اب تقدیر سے
پاؤں کی یاری لگی زنجیر سے

انکے کوچے میں فقط پتھر ہی ہیں
پوچھنا تم بھی کسی رہگیر سے

شعر کہنے کا ہنر ہو سیکھنا
سیکھیں غالبؔ داغؔ یا پھر میرؔ سے

ظلم کی کر دی ہے حد اے ظالمو!
تم نکل جاؤ مرے کشمیر سے

عاشقی میں یوں دِوانہ ہو گیا
زیبؔ باتیں کرتا ہے تصویر سے

O

اپنے ملک کا نام ڈبوتے ہیں یہ لوگ
ایوانوں میں اکثر ہوتے ہیں یہ لوگ

بس آغاز میں ہنستے ہیں اور آخر میں
دھاڑیں مار کے ہر پل روتے ہیں یہ لوگ

دنیا کھیتی ہے اعمال کی اور اس میں
کاٹتے ہیں وہ، جو بھی بوتے ہیں یہ لوگ

دنیا تو گلشن ہے پر اِس گلشن میں
کانٹے آپ ہی یار پروتے ہیں یہ لوگ

راتیں جاگ کے عیاشی میں کٹتی ہیں
دفتر میں سارا دن سوتے ہیں یہ لوگ

زیبؔ شرافت کا اب کام نہیں اِس میں
ملکی سیاست میں بھی ہوتے ہیں یہ لوگ

O

دوست دشمن جان پائے ٹھیک سے
مل لیا میں ان سے جب نزدیک سے

زیست گزری خوف کے ہی سائے میں
سائے بھی تھے وہ بڑے تاریک سے

کام تیرا یہ کوئی پیشہ نہیں
مارتا خود کو ہے کیوں تُو بھیک سے

تجھ کو ہے کرسی کی بس اِک ہی طلب
واسطہ کیا ہے ترا تحریک سے

حکمرانی کا نہیں جب آئے کام
کام لیتا ہے وہ پھر تضحیک سے

O

اب تو چلے بھی آؤ کہ پھر عید آ گئی
مجھ کو گلے لگاؤ کہ پھر عید آ گئی

رنج و الم تو پیچھے ہی رہتے ہیں رات دن
غم چھوڑو مسکراؤ کہ پھر عید آ گئی

شکوے گلے کو چھوڑ دو، چھوڑو شکایتیں
خوشیوں کے گیت گاؤ کہ پھر عید آ گئی

کانوں میں بالیاں ہوں تو ہاتھوں میں چوڑیاں
خود کو ذرا سجاؤ، کہ پھر عید آ گئی

دل سے کدورتوں کو بھی کھرچو، نکال دو
روٹھوں کو تم مناؤ کہ پھر عید آ گئی

اچھے سے تم لباس ذرا زیبِ تن کرو
مہندی ذرا رچاؤ کہ پھر عید آ گئی

تین اشعار

ہاتھ میں پھر کمان لی ہم نے
اُس سے لڑنے کی ٹھان لی ہم نے

پھر لگا کر جہاد کا نعرہ
اِک نئی پھر اُڑان لی ہم نے

حق کی خاطر ہی ہم نے لڑنا ہے
یہ حقیقت ہے جان لی ہم نے

دواشعار

کیوں بہائے ہیں یہ آنسو تم نے
بھر لیا آنکھ میں لہو تم نے

کیوں مجھے بھولتے تم نہیں ہو
کر دیا کونسا جادو تم نے

نظم

لکھی ہے بات یہ بھی تو قرآں مجید میں
ایمان ہے رکھا ہوا اس کی نوید میں

غیروں کے در پہ جا نہ تُو، مت اُن پہ دید رکھ
مایوسیوں کو چھوڑ دے رب سے اُمید رکھ

خوشیاں ملیں گی، ربط کو پندار کر کے دیکھ
چھوٹوں سے، مفلسوں سے ذرا پیار کر کے دیکھ

رب نے دکھائی راہ وہی مستقیم ہے
وہ پالتا ہے سب کو وہی تو عظیم ہے

کیا بات بات پر یوں بگڑنے سے فائدہ
اپنے ہی بھائیوں سے جھگڑنے سے فائدہ

شیطاں کا جیسے آج بھی خانہ خراب ہے
جو ساتھ دے گا اُسکا اُسے بھی عذاب ہے

ایسے نہ تُو کسی کو بھی اپنے خلاف کر
رب کو منا لے دشمنوں کو بھی معاف کر

بنامِ سارہ

دیکھا نہ تم سا ہم نے پیارا، سارہ
جیون کا ہر لمحہ سنوارا، سارہ

دیکھے جو تم کو رشک وہ کرے پھر
ہو چاند چاہے ہو وہ تارا، سارہ

تم آؤ گر جو میرے رو برو تو
قسمت کا چمکے مرا تارا، سارہ

کرتے ہیں تم پر رشک پھول سارے
رب نے یوں تجھ کو ہے نکھارا، سارہ

پوچھا کسی نے جب پری کے بارے
یک لخت میں جاناں پکارا، سارہ

تُم سے ہی سب خوش بختی ہے مری تو
بِن تیرے جیون میں خسارا، سارہ

خنجر یہی تلوار بھی ہیں آنکھیں
ہائے انہی نے ہم کو مارا، سارہ

سانسیں ہیں بندھی سانسوں میں تری اب
ہو ہی نہیں سکتا کنارا، سارہ

ہر درد و غم میں ہر خوشی میں سارا
دل دل ہی میں تجھ کو پکارا، سارہ

جانا نہ ہم کو چھوڑ کر کبھی بھی
اِک تُم ہی ہو میرا سہارا، سارہ

سب کوششیں کر کے بھی ہائے ہائے
قسمت کے ہاتھوں سے میں ہارا، سارہ

ہر آن درد و غم سہے بچارا
اس کا نہیں تم بن گزارا، سارہ

اب جھیل پاؤں گا نہ اور ہرگز
فرقت مجھے ہے ناگوارا، سارہ

تم زیبؔ کے جیون کا آخری سنگ
یوں چھوڑ کے نا جا خدارا، سارہ

بیوفا لڑکی

کیوں وفائیں کام نہ آئیں مری
کچھ صدائیں کام نہ آئیں مری
جب خطائیں کام نہ آئیں مری
پھر دعائیں کام نہ آئیں مری
آج سیدھی راہ دِکھلا دے مجھے
کوئی آئے اور سمجھائے مجھے

میرا دلبر جب سبھی کچھ جانتا
میرے بارے اب سبھی کچھ جانتا
اور کوئی کب سبھی کچھ جانتا
ایک میرا رب سبھی کچھ جانتا
کاش کوئی اس سے ملوائے مجھے
کوئی آئے اور سمجھائے مجھے

پیار میرا خاک میں ہے اب ملا
راستے میں چھوڑ کر ہے وہ گیا
وہ مجھے اُوقات دکھلا کر گیا
غم جدائی کا ہے دل پر چھا گیا
اس کے بارے کوئی بتلائے مجھے
کوئی آئے اور سمجھائے مجھے

زندگی ہے یا یہ کوئی روگ ہے
ہر طرف چھایا ہوا اِک سوگ ہے
دل کو لیکن پھر بھی کوئی جوگ ہے
سوگ ہے بس سوگ ہے بس سوگ ہے
چار سُو لگتے ہیں یاں بس سائے مجھے
کوئی آئے اور سمجھائے مجھے

کیوں کیا تھا دِل نے اس پر اعتبار
پھنس گیا ہوں کر کے میں آنکھوں کو چار
اب تو آنکھوں میں فقط ہے انتظار

پیرہن بھی ہے مرا اب تار تار
کوئی تو اب اُس سے ملوائے مجھے
کوئی آئے اور سمجھائے مجھے

زندگی سے ہو گیا ہوں میں نراس
اب تو پانی بھی نہیں ہے مجھ کو راس
ہجر میں اسکے بہت ہی ہوں اُداس
کاش آ جائے وہ یک دم میرے پاس
یا وہ آئے اور لے جائے مجھے
کوئی آئے اور سمجھائے مجھے

کس لیے نکلی وہ لڑکی بے وفا
جس کی خاطر مانگی تھی میں نے دعا
جانتا نہ تھا میں اُس کی یہ ادا
دے کے جائے گی وہ زیبؔ اِک دن دغا
اُس کا جلوہ اب نہ بہکائے مجھے
کوئی آئے اور سمجھائے مجھے

جیل

عقل و شعور دنگ ہیں دیکھو تو اس جگہ
کیسے عجیب رنگ ہیں دیکھو تو اس جگہ

کوئی تو جاگتا ہے تو کوئی ہے سو رہا
اپنوں کو یاد کر کے ہے اِک شخص رو رہا

گم نام ہے کوئی یہاں کوئی ہے نامور
کوئی ہے عام سا یہاں کوئی ہے معتبر

اِک ڈاکٹر بھی بیرکوں میں آتا بے خطر
اِک پل کسی کو بھی نہ ہو بیماریوں کا ڈر

خاموش ہے پڑا اِک شہ کا لاڈلا
اب تک اِس کا جرم بھی کوئی نہ جانتا

کوئی امیر ہے تو پھر اُس کا بڑا خیال
کوئی غریب ہے تو پھر اُس کے لیے وبال

بچنے کی جس کے پاس نہ تھی جب کوئی دلیل
آخر کو جیل ہو گئی بے بس ہوا وکیل

مجرم سزا بھرے گا جو ہو بدنصیب بھی
فنکار ہو کہ کوئی ہو شاعر ادیب بھی

جس کا رسوخ ہے اسے آرام ہے یہاں
مفلس کے واسطے بُرا انجام ہے یہاں

انورؔ کسی شریف کو دیتا نہیں ہے زیب
آئے گا جیل میں وہی جو بھی کرے فریب

محبت

زخم دے کے ہی پھر یہ سیتی ہے
لوگ مرتے ہیں تو یہ جیتی ہے
جو محبت ہے خون پیتی ہے

جان سے خون کو نچوڑے ہے
بیچ رستے میں بھی یہ چھوڑے ہے
یہ محبت تو رشتے توڑے ہے

اس کے رستے میں آہ و زاری ہے
دیکھنے میں بڑی پیاری ہے
جو محبت ہے یہ بماری ہے

چھین لیتی ہے یہ تو سر سے چھت
راہ میں اس کے ہیں کئی پربت
یہ محبت ہے خون میں لت پت

دل میں چُھریاں چلاتی ہے سب کو
آگ میں بھی جلاتی ہے سب کو
انگلی پر یہ نچاتی ہے سب کو

اس کی سختی کو مان جاتا ہے
اس کو جو کوئی جان جاتا ہے
اس کی رہ میں پران جاتا ہے

کرتے سکھ کی تلاش اب ہم بھی
اس میں پڑتے نہ اے کاش اب ہم بھی
زیبؔ ہوتے نہ لاش اب ہم بھی

مرشد

کوئی تو ہو اپنا، مرشد
چھوڑ گیا ہے سایا مرشد
سب دیتے ہیں دھوکا مرشد
تم نے ہے کچھ دیکھا مرشد

دیکھو فتنے آج کے ہیں سب
لوگ عجیب مزاج کے ہیں سب
بھوکے تخت اور تاج کے ہیں سب
مارے رسم رواج کے ہیں سب
کیسا روگ بنایا مرشد
تم نے ہے کچھ دیکھا مرشد

لوگوں کو احساس نہیں ہے
اک دوجے کا پاس نہیں ہے
امن انہیں کیوں راس نہیں ہے؟
اب تو کچھ بھی آس نہیں ہے؟
کیا ایسا بھی ہے ہوتا مرشد؟
تم نے ہے کچھ دیکھا مرشد

ایوانوں میں کیوں ہلچل ہے
موت ہی نظروں میں پَل پَل ہے
خواہش کا یہ اِک مقتل ہے
سچ بولے جو وہ پاگل ہے
جھوٹ ہے ہر سو چھایا مرشد
تم نے ہے کچھ دیکھا مرشد

دیپک کیوں نم ناک ہوئے ہیں
لوگ بہت چالاک ہوئے ہیں
جھوٹے ہی بے باک ہوئے ہیں

حق والے تو خاک ہوئے ہیں
کون ہے خاک اُڑاتا مرشد
تم نے ہے کچھ دیکھا مرشد

رہنا ہے گر امن اماں سے
دور رہو لوگو! شیطاں سے
لو رکھنی ہے گر ایماں سے
زیبؔ محبت ہو قرآں سے
قرآں کا ہو سایا مرشد
تم نے ہے کچھ دیکھا مرشد

حُسنِ جاناں

میں تنہا اور ویسے تم
دونوں بیٹھے ہیں گم سُم

یاد ہے تم سے ہوئی تھی بات
کانپ رہے تھے اپنے ہاتھ

شرمیلا بے مثل بدن
جیسے شاعر کا ہو سخن

تیری آنکھوں کا کاجل
جیسے میرؔ کی کوئی غزل

دیکھ رہا تھا تجھ کو چاند
آخر میں جو ہو گیا ماند

ہائے چاندنی سی باہیں
بھولیں دیکھ کے سب راہیں

ہو گئی ہم کو جونہی دید
ہو گئی اپنی یارو عید

چہرے پر کھلتی مسکان
صدقے تیرے میری جان

تیرا سجنی روپ شباب
جیسے کوئی کِھلا گلاب

اُس کی خاص نشانی ہے
نازک کھلتی جوانی ہے

لمبے چمکیلے ہیں بال
ہرنوں جیسی مست ہے چال

تُو ہے وفا خو اور کنول
تیرا جہاں میں نہیں ہے بدل

دیکھو اوپر نظریں اُٹھاؤ
اہلِ عقل کے ہوش اُڑاؤ

تیرے لیے ہے ترا یہ زیبؔ
پیار سے لایا ہے پازیب

آخری ملاقات

اب ملاقات ختم، مات سمجھ
ہو سکے تو مری یہ بات سمجھ

رہنا میں چاہتا تھا وابستہ
مل نہ پایا مجھے کوئی رستہ
کس طرح سے کمر میں پھر کستا
اب یہی کہہ رہا ہوں برجستہ
عشق میں تُو یہ میری مات سمجھ
اب ملاقات ختم، مات سمجھ

میں سکوں ڈھونڈتا تھا جو، نہ ملا
جس کو چاہا تھا میں نے وہ، نہ ملا
شوق تھا جب ملن کا تُو نہ ملا
سوچ رکھا تھا تُو نے، سو نہ ملا
عشق میں میری اب تُو رات سمجھ
اب ملاقات ختم، مات سمجھ

عشق رستے پہ لایا کیوں مجھ کو
جلوہ پہلے دکھایا کیوں مجھ کو
خون آنسو رُلایا کیوں مجھ کو
دل سے اپنے بُھلایا کیوں مجھ کو
زیبؔ کی عشق میں ہے رات سمجھ
اب ملاقات ختم، مات سمجھ

بابا

ترے دم سے روشن جہاں، میرے بابا
ترے بِن سکوں پھر کہاں، میرے بابا

بڑا خوں پسینہ بہاتا رہا تُو
کما کر مجھے ہی کھلاتا رہا تُو
مِرے ناز نخرے اُٹھاتا رہا تُو
مجھے سیدھا رستہ دکھاتا رہا تُو
ہوا اس طرح میں جواں میرے بابا
ترے دم سے روشن جہاں، میرے بابا

کھلی آنکھ تو میں نے یوں تجھ کو پایا
مجھے تُو نے پاؤں پہ چلنا سکھایا
تُو روتا رہا پر مجھے تو ہنسایا
رہے میرے سر پر ہمیشہ یہ سایا

زمیں ہوں میں، تُو آسماں، میرے بابا
ترے دم سے روشن جہاں میرے بابا

مرے رب نے تجھ کو وہ ہمت عطا کی
بڑھا حوصلہ میرا، طاقت عطا کی
مجھے رب نے جو تیری صحبت عطا کی
خدا کے کرم سے محبت عطا کی
مجھے تُو نے بخشی زباں میرے بابا
ترے دم سے روشن جہاں میرے بابا

میں خوش ہوں کہ تو بھی ہے رب کا سوالی
بنائی ہے رب نے تری شان عالی
جو خواہش بھی کی میں نے وہ میں نے پالی
تُو جب گھر میں آیا، نہ تھا ہاتھ خالی
دیا مجھ کو سارا جہاں، میرے بابا
ترے دم سے روشن جہاں میرے بابا

مجھے پالا پوسا ہے تُو نے جنم سے
مری زیبؔ زینت تمہارے ہی دم سے
تمہاری دعا سے، خدا کے کرم سے
بچا رہتا ہوں میں مصائب، الم سے
نہیں کچھ بھی تجھ سے نہاں میرے بابا
ترے دم سے روشن جہاں میرے بابا

﴿قطعات﴾

O

سرخ ڈولی نے مری لاش اُٹھائی بھائی
رسمِ نفرت سے ہے کیوں تُو نے نبھائی بھائی
گھر سے بے گھر کیا کیوں مجھ کو ہمیشہ کیلئے
کیوں ہے آنگن میں یہ دیوار اُٹھائی بھائی

O

دینا ہے ہم نے آپ کو اپنا ضرور دل
اس شرط پر اگر نہ کریں چور چور دل
اس دل نے زندگی کو اجیرن بنا دیا
ناسور کی طرح ہے یہ میرا حضور دل

O

لُٹ گئی ہے کتنی جوانیاں
عشق کی ہے یہ مہربانیاں
مر مٹے ہے جسکے لیے یاں ہم
ہائے اسکی یہ بدگمانیاں

O

ترے کوچے کا باشندہ ہوں
ہائے میں بہت شرمندہ ہوں
کبھی تو لوٹ آئے گی زیبؔ جی وہ
بس اِک اسی آس پہ زندہ ہوں

O

ہے شہر میں رسوائی کا امکان مکمل
اس شہر کو ہے چھوڑنا اب جان مکمل
کہتے اپنے آپ کو یہ لوگ مسلمان
اے کاش کہ بن جائیں یہ انسان مکمل

O

موت حرام اگر نہ کی ہوتی
خودکشی ہی میں مری خوشی ہوتی
غم بھی جدائی کا ہوتا نہ مجھ کو
پر تو اے موت تُو ہی بھلی ہوتی

O

عشق، چاہ، اُلفت بچ کے رہا ہوں تینوں سے
دور دور رہتا ہوں زیبؔ میں حسینوں سے
میرا دل دُکھا کر سب مجھ کو چھوڑ جاتے ہیں
ربطہ اب نہیں میرا کوئی اِن کمینوں سے

O

رکھے جو آپ کو بھی یار ہمسفر کوئی
نہ لا سکے اُسے پھر سیدھی راہ پر کوئی
کروں میں عرض اگر جان کی اماں پاؤں
نہیں ہے تجھ سا جہاں میں ستم بَسر کوئی

O

میرے اپنوں نے بیوفائی کی
اور غیروں نے کج ادائی کی
کیا، یہ، دنیا کو زیبؔ دیتا ہے
ایک مفلس سے جگ ہنسائی کی

O

یوں ہوئے خوار و زار مرے یار
دشت میں جیسے کوئی بھٹک جائے
عین یہ ممکن ہے کہ کسی روز
تیرا مُحب پنکھے سے لٹک جائے

﴿فردیات﴾

جب کوئی آنکھ نم نہیں کرتا
پھر خدا بھی کرم نہیں کرتا

☆......☆......☆

مانتا ہوں سچ و حق قرآن کو
اس پہ تازہ رکھتا ہوں ایمان کو

☆......☆......☆

چلو پرانی باتیں بھلائیں ہم
نیا تعلق پھر سے بنائیں ہم

☆......☆......☆

ہر کوئی شخص جنت کی گھات میں ہے
باغِ ارم تو محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہے

☆......☆......☆

ڈرتا نہیں کبھی وہ لحد کے حساب سے
جس کو لگاؤ ہو گیا رب کی کتاب سے

☆......☆......☆

جانبِ ابلیس یوں نہ بھاگ تُو
ہوش کر لے اب خدارا جاگ تُو

☆......☆......☆

پیچھے اس کے پڑ گئے کیوں کر سارے لوگ
کینہ پرور، بغضی، حسد کے مارے لوگ

☆......☆......☆

راتوں کو تُو نے پہروں کیا کیا رُلایا ہم کو
اے عشق تُو نے کیسے کیسے ستایا ہم کو

☆......☆......☆

تم کو ہو میری جان عید مبارک
ہم کو غم ہی مزید مبارک

☆......☆......☆

دنیا سمجھتا جا رہا ہوں
دھوکے ہی دھوکے کھا رہا ہوں

☆......☆......☆

کچھ تو یہ غم ہمارا جائے
پھر سے اُس کو پکارا جائے

☆......☆......☆

جیسے ستارے جگنو چمکے
یوں مری آنکھ میں آنسو چمکے

☆......☆......☆

جتنے بھی مال دار دیکھے ہیں
سارے دنیا ہی دار دیکھے ہیں

☆......☆......☆

جان یہ دے دوں تجھ کو یار میں
اور کتنا دوں تجھ کو پیار میں

☆......☆......☆

ایک تیرا ہی تو آسرا ہے مجھے
دوجا ہے کون جو دیکھتا ہے مجھے

☆......☆......☆

جو راہ میں بیٹھے انتظار کر رہے ہیں
وہ دل کو اپنے ہی بے قرار کر رہے ہیں

☆......☆......☆

کچھ بھی نہیں زیبؔ ترے بس میں
اپنے دل پر نہیں قابو تجھے

☆......☆......☆

اس سے بڑھ کے مرے لئے اور کیا خوشی ہو گی
میری موت پہ اس کی آنکھ میں بھی نمی ہو گی

☆......☆......☆

ہے یہی ان کی خرابی مرشد
شہر کا شہر شرابی مرشد

☆......☆......☆

ہائے یہ کیسے ناتواں کو سونپا
دل پھر سے اِک اور بے وفا کو سونپا

☆......☆......☆

رونا دھونا ہر شام ہوتا ہے
عشق میں یہی کام ہوتا ہے

☆......☆......☆

حالِ دل ہم کو بھی سُنا مرشد
ہم بھی تیرے ہیں نا چھپا مرشد

☆......☆......☆

بخت اُسی کے جاگے، نام بلند ہوا
تُو نے جسے چاہا، تجھ کو جو پسند ہوا

☆......☆......☆